إنه لقول فصل وما هو بالهزل

رسالہ

قول فیصل

یعنی

حضرت مولانا ابوالکلام مدظلہ کا بیان جو انہون نے گورنمنٹ کے استغاثہ کے جواب مین تحریر کیا

اور جو

تحریک خلافت وسوراج کے اسباب ومقاصد اور ملک کے قومی ومذہبی فرائض پر سب سے بہتر اور مستند بیان ہے

مع روئداد گرفتاری ومقدمہ

"اسلام کسی حال مین بھی جائز نہین رکھتا کہ مسلمان آزادی کھو کر زندگی بسر کرین۔ انھین مرجانا چاہیئے یا آزاد رہنا چاہیئے۔ تیسری راہ اسلام مین کوئی نہین"

"یہ تاریخ کا ایک دلچسپ اور عبرت انگیز باب ہے جس کی ترتیب مین ہم دونون یکسان طور پر مشغول ہین تمہارے حصے مین مجسٹریٹ کی کرسی آئی ہے' اور ہمارے حصے مین یہ مجرمون کا کٹہرا مین تسلیم کرتا ہون کہ اس کام کی تکمیل کیلیے وہ کرسی بھی اتنی ہی ضروری ہے جسقدر یہ کٹہرا۔ آؤ' اس یادگار اور افسانہ بننے والے کام کو جلد ختم کردین۔ مورخ ہمارے انتظار مین ہے' اور مستقبل کب سے ہماری راہ تک رہا ہے۔ ہمین جلد جلد یہان آنے دو' اور تم بھی جلد جلد فیصلہ لکھتے رہو۔ ابھی کچھ دنون تک یہ کام جاری رہے گا۔ یہانتک کہ ایک دوسری عدالت کا دروازہ کھل جاے۔ یہ خدا کے قانون کی عدالت ہے۔ وقت اس کا جج ہے۔ وہ فیصلہ لکھے گا' اور اسی کا فیصلہ آخری فیصلہ ہوگا"!

البلاغ پریس کلکتہ

ضروري

—*:•:*—

مطالعه سے پہلے

—*[:*:]*—

چند مقامات میں چھاپے کي معمولي غلطياں رهگئي هيں - براه عنايت پہلے انهيں درست کرليجيے - پهر پڑهيے - آپکو تهوڑي سي زحمت ضرور هوگي - ليکن مطالعه کے وقت اشتباه اور تردد سے بهي محفوظ هوجائينگے :

صفحه	سطر	غلط	صحيح
۱۴	۴۲	کرنمبل لا	کريمنل لا
۳۳	۱۴	واضع	واضح
۳۶	۲۰	خواهش کر	خواهش
۳۹	۱۳	کوئی نهيں غلطي	کوئي غلطي نهيں
۴۴	۱۲	ليکن	مگر
۴۷	۱۹	واضع	واضح
۴۷	۲۰	جم	جرم
۴	۲۷	واضع	واضح
۴۹	۵	" اصطلاحات "	" اصلاحات "
۴۹	۹	ايسي هي هے	ايسي هي بات هے
۵۲	۲۳	جبر و تشدد کے ذريعه	جبر و تشدد سے
۵۵	۱۹	نه کرنا	کرنا
۶۶	۱۸	Massini	Mazzini

بہ بدمستی سزد گر متہم سازد مرا ساقی
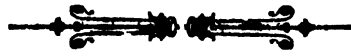
ہنوز از بادۂ پارینہ ام پیمانہ بو دارد! (۱)
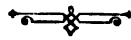
بنگال کے ایک مشہور ہندو جرنلسٹ اور پولیٹکل رہنما نے روئداد کے انگریزی ایڈیشن کیلیے جو تحریر بطور دیباچہ کے لکھی ہے، اُسی کا ترجمہ یہاں بطور اُردو دیباچہ کے درج کیا جاتا ہے - وہ لکھتے ہیں :

مولانا ابو الکلام کی گرفتاری اور مقدمہ کی یہ مختصر روئداد ہے، جو ملک کے اصرار و طلب سے سرسری طور پر مرتب کرکے شائع کی جاتی ہے - مقدمہ کی روئداد زیادہ تر مقامی اخبارات کی رپورٹوں اور ایسوشیئیٹڈ پریس کے تاروں سے نقل کی گئی ہے - بہت سے تفصیلات بخوف طوالت نظر انداز کردی گئیں - اثناء مقدمہ میں عدالت سے باہر جو واقعات ظہور میں آے اور جن میں سے اکثر ایسے ہیں جو مولانا کی گرفتاری سے بہت قریبی تعلق رکھتے تھے، اُنکا بھی کچھہ ذکر نہیں کیا گیا ؛ کیونکہ روئداد مقدمہ کے موضوع سے وہ خارج تھے -

(فہرست مضامین)

اس مجموعہ میں، سب سے پہلے وہ " پیغـــام " درج ہے جو گرفتاری سے دو دن پہلے مولانا نے لکھکر اپنے کاغذات میں رکھدیا تھا اور گرفتاری کے بعد شائع ہوا - اُسکے بعد گرفتاری کی مختصر کیفیت درج ہے - پھر تاریخ وار تمام پیشیوں کی روئداد دی گئی ہے - اسکے بعد مولانا کا بیان ہے، جو اُنہوں نے عدالت کیلیے لکھا -

---

(۱) مولانا نے اپنے بیان کا عنوان اسی شعر کو رکھا ہے، جیسا کہ اُنکے مسودہ میں ہے - لیکن چونکہ بیان اسلیے لکھا گیا تھا کہ اُسکا انگریزی ترجمہ عدالت میں داخل کیا جاے، اسلیے ترجمہ کے وقت نکال دیا گیا -

فی الحقیقت اصل مقصود اس رسالہ کی ترتیب سے اُسي کي اِشاعت ہے -
آخر میں بطور ضمیمہ کے مولانا کا وہ مضمون بهي شامل کردیا ہے ' جو کلکتہ
پہنچکر اُنہوں نے " پیغام " میں شائع کیا تھا ' اور جسمیں گورنمنٹ کے تازہ
جبر و تشدد کے جواب میں ایک نئي مدافعانہ حرکت کي اپیل کي گئي
تهی - ملک نے اس اپیل کا جس جوش و مستعدي کے ساتهہ جواب
دیا ' اور خصوصا بنگال میں جیسي یادگار اور غیر مسخر دفاعي پیش قدمي شروع
هوئي ' وہ موجودہ تحریک کي تاریخ کا سب سے زیادہ شاندار اور پر فخر کارنامہ ہے -
اگر بدقسمتي سے اس فتح مندي کے تمام ثمرات یکایک ضائع نہ کردیے جاتے تو
فی الحقیقت ملک نے میدان کا پہلا مرحلہ جیت لیا تھا ' اور قریب تھا کہ ایک
نیا کامیاب دور شروع هو جاے - چونکہ مولانا کي گرفتاري هي سے اس نئي حرکت
کا سلسلہ شروع هوا ' اسلیے ضروري معلوم هوا کہ یہ مضمون بهي روئداد میں
شامل کردیا جاے - پہلي دسمبر سنہ ۲۱ - سے ۱۱ - فروري تک ملک نے جو
فتح مند دفاع کیا ہے ' وہ گویا اِسي دعوت کا عملي جواب تھا -

(مولانا کي گرفتاري اور اُسکي نوعیت)

ملک کے مسلمہ لیڈروں میں سب سے آخري گرفتاري مولانا اور مسٹر
سي - آر - داس کي هوئي - مسٹر داس کي گرفتاري بنگال کے مقامي حالات کا
نتیجہ تهي - لیکن مولانا کا معاملہ اُنسے بالکل مختلف تھا - اگر ۱۷ - نومبر کے بعد
کے حالات پیش نہ آتے ' جب بهي اُنکي گرفتاري اٹل تهي ' اور هر صبح و شام
متوقع تهي - گذشتہ ایک سال کے اندر شاید هي کسي نے اسقدر صاف صاف اور
بے پردہ چیلنج گورنمنٹ کو دیا هوگا ' جیسا کہ مولانا نے دیا - مسئلۂ خلافت اور
سوراج سے قطع نظر ' خاص طور پر بهي وہ برابر گورنمنٹ کو اپني گرفتاري کیلیے
دعوت دیتے رہے ' اور اُنکا طرز عمل همیشہ آن کمپرو مائزنگ رها -

(گرفتاري کیلیے مسلسل دعوت)

مارچ سنہ ۲۱ - میں مہاتما گاندهي کے همراہ مولانا نے پنجاب کا تیسرا دورہ
کیا - اُسوقت ضلع لاهور اور امرتسر میں سڈیشس میٹنگس ایکٹ نافذ تھا - یعنی
نہ تو کوئي پبلک جلسہ هوسکتا تھا - نہ کوئي پبلک تقریر کي جاسکتي تهي -
اسي لیے مہاتما جي نے بهي گجرانوالا جاکر تقریر کي - لاهور اور امرتسر
میں کوئي تقریر نہیں کي - کیونکہ اُسوقت تک قانوني خلاف ورزي کي اجازت

نہیں دی گئی تھی - لیکن مولانا نے صاف صاف کہدیا کہ اگرچہ اِسوقت اس قانون کی خلاف ورزی کرنے کا عام طور پر حکم نہیں دیا گیا ہے ' لیکن میرے لیے افضلیت (عزیمت) اِسی میں ہے کہ خلاف ورزی کروں ' اور سچائی کے اعلان سے باز نہ رہوں - جب میں افضل بات پر عمل کرسکتا ہوں تو کم مرتبہ طریقہ کے دامن میں کیوں پناہ لوں ؟ (۱) چنانچہ انہوں نے اعلان کردیا کہ جمعہ کے دن شاہی مسجد میں بیان کرینگے - بعض وزراء حکومت پنجاب نے مہاتما جی سے شکایت کی کہ مولانا کا طرز عمل آپ کے خلاف ہے - لیکن مہاتما جی نے کہا - بلا شبہ میں عام طور پر سول تس اوبیڈین کی اجازت کا مخالف ہوں' لیکن ایسے ذمہ دار افراد کیلیے جیسے کہ مولانا ہیں' ہر وقت اُسکا دروازہ کھلا ہے - چنانچہ جمعہ کے دن اُنہوں نے پہلے جمعہ کا خطبہ دیا - اُس کا موضوع بھی وقت ہی کے مسائل تھے - پھر نماز کے بعد صحن مسجد میں ترک موالات پر ایسی دل ہلا دینے والی تقریر کی جو ہمیشہ اہل لاہور کو یاد رہیگی - لاہور کے نیم سرکاری اینگلو انڈین آرگن " سول اینڈ ملیٹری " نے اس پر لکھا تھا کہ اس کارروائی کے ذریعہ علانیہ اہل پنجاب کو قانون شکنی کی دعوت دی گئی ہے - مسٹر گاندھی اپنے رفیق کو اس سے باز رکھنا ضروری نہیں سمجھتے - اگر گورنمنٹ پنجاب نے اس پر فوری کارروائی نہیں کی تو پنجاب کے نوان کواپریٹرز کی جرأتیں بہت بڑھجائینگی - یہ بھی لکھا تھا کہ مارشل لا کے حکام نے شاہی مسجد کو اسی مجبوری سے بند کردیا تھا - اب سول حکام کو بھی اس پر غور کرنا چاہیے - اس نوٹ کی سرخی " صحن مسجد میں باغیانہ لکچر " تھا -

ایک ہفتہ کے بعد وہ امرتسر آے - یہاں بھی تقریر ممنوع تھی - لیکن جامع مسجد میں انہوں نے خطبہ دیا - اور نماز کے بعد مکرر تقریر کی - اُسی وقت

---

(۱) مولانا نے اس موقعہ پر اسلام کی دو اصطلاحیں بولی ہونگی " رخصت " اور " عزیمت " - ہر نیک عمل میں ایک طریقہ رخصت کا ہوتا ہے ' اور ایک عزیمت کا - اہل عزائم ہمیشہ عزیمت پر عمل کرتے ہیں اور رخصت کی آسانیوں کو عامۃ الناس کیلیے چھوڑ دیتے ہیں - یہی بات مولانا نے مضمون نگار سے بھی دہرائی ہوگی اور اسکا مطلب سمجھایا ہوگا - انہوں نے اسی کو اپنے لفظوں میں بیان کیا ہے - رخصت اور عزیمۃ دعوۃ کا فرق مولانا نے " تذکرہ " میں خوب واضح کیا ہے -

وہ میل ٹرین سے لکھنؤ جارہے تھے - اسلیے دس پندرہ منٹ سے زائد نہ بول سکے - تاهم انہوں نے صرف اسلیے تقریر کي تهي کہ گورنمنٹ پنجاب کو یہ کہنے کا موقعہ باقي نہ رهے کہ جمعہ کا خطبہ معمولي تقریر نہیں ھے' جس کے ارتکاب سے سرکاري آرڈر کي خلاف ورزي هوئي هو - پس عام بول چال کے مطابق جس تقریر کو پولیٹکل تقریر کہہ سکتے هیں' وہ بهي انهوں نے نماز کے بعد کردي اور گورنمنٹ کیلیے کسي حیلے حوالے کي گنجائش باقي نہ چهوڑي !

مگر گورنمنٹ پنجاب نے بالکل تغافل کیا - گرفتار کرنے کي جرأت نہ کرسکي - مولانا نے یہ واقعہ خود مجهسے بیان کیا تها -

اُسکے بعد کراچي خلافت کانفرنس کے رزولیوشن کی بنا پر علي برادرز اور دیگر اصحاب کي گرفتاري عمل میں آئي - اُس موقعہ پر تو مولانا نے اپني گرفتاري کیلیے یکے بعد دیگر ایسے شجاعانہ بلاوے دیے' کہ شاید هي کوئي نظیر اسکي ملسکے - علي برادران ١٤ - اگست کو گرفتار کیے گئے' لیکن کلکتہ میں ١٨ - کي صبح کو خبر پہنچي - اُنہوں نے اُسي وقت هالیڈے پارک میں جلسہ کے انعقاد کا اشتہار دیا' اور شام کو بیس هزار سے زیادہ کے مجمع میں تقریر کي - انهوں نے کہا تها :

" جس رزولیوشن کي بنا پر علي برادران گرفتار کیے گئے هیں' وہ اسلام کا ایک مانا هوا اور مشهور معروف مسئلہ ھے اور هر مسلمان کا فرض ھے کہ اُسکا اعلان کرے - وہ رزولیوشن در اصل میرا هي طیار کیا هوا ھے اور میري هي صدارت میں سب سے پہلے اسي کلکتہ کے ٹون هال میں منظور هوا ھے - میں اُس سے بهي زیادہ تفصیل اور صفائي کے ساتھہ اسوقت اُسکے مضمون کا اعلان کرتا هوں - یہ سي - آئي ڈي کے رپورٹر بیٹهے هیں اور میں اُنهیں کہتا هوں کہ حرف بحرف قلمبند کرلیں - اگر یہ جرم ھے تو گورنمنٹ کو یاد رکهنا چاهیے کہ اسکا ارتکاب همیشہ جاري رهیگا "

اسکے بعد دهلي میں مرکزي جمعیۃ العلماء اور خلافت کمیٹي کا جلسہ هوا - ان دونوں جلسوں میں بهي اُنہوں نے کراچي رزولیوشن کو زیادہ صاف اور واضح لفظوں میں پیش کیا - نیز ایک تجویز اس مضمون کي بهي پیش کی کہ "چونکہ گورنمنٹ نے اس اسلامي حکم کي تبلیغ کو جرم قرار دیا ھے' اسلیے هر مسلمان کا فرض ھے کہ اب اسکے اعلان میں اپني جان لڑا دے' اور هر مقام پر اس غرض سے جلسے منعقد کیے جائیں -"

چنانچہ تمام ملک میں جلسوں کے انعقاد اور کرانچی رزولیوشن کی تصدیق کا سلسلہ شروع ہوگیا - اور گورنمنٹ حیران و درماندہ ہوکر رہگئی !

پھر کرانچی ' بمبئی ' آگرہ ' لاہور وغیرہ مقامات میں بھی وہ برابر اس کا اعلان کرتے رہے - بمبئی ' آگرہ ' اور لاہور کی کانفرنسوں کے صدر بھی وہی تھے - آگرہ کی پراونشیل خلافت کانفرنس میں کرانچی رزولیوشن پیش کرتے ہوے انہوں نے جس طرح گورنمنٹ کو چیلنج دیا ' اُسے سنکر بڑے بڑے با ہمت اشخاص بھی دم بخود ہوگئے تھے اور فیصلہ کردیا تھا کہ صبح سے پہلے ہی وہ گرفتار کرلیے جائینگے !

علی برادرز کی گرفتاری کے بعد مہاتما گاندھی جی نے ہندو مسلمان لیڈروں کو بمبئی میں جمع کرکے ایک مینوفسٹو شائع کیا تھا - اس میں کرانچی رزولیوشن کی اس بنا پر تائید کی تھی کہ موجودہ حالت میں سرکار کی سول اور فوجی ملازمت کو ملکی غیرت کے خلاف کہنا کوئی جرم نہیں ہے ' اور ایسا کہنا ایک جائز فعل ہے - اسپر اخبار ٹائمز آف انڈیا نے لکھا تھا کہ گورنمنٹ اس مینوفسٹو پر دستخط کرنے والوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کریگی - کیونکہ صرف اس خیال کو زبان سے ظاہر کردینا یا شائع کرنا جرم نہیں ہے - بلکہ عملاً سپاہیوں کو ورغلانا - اور اُنکو ترک ملازمت کی دعوت دینا جرم اور سازش ہے - کرانچی کا مقدمہ عملی اقدام کی بنا پر کیا گیا ہے - مجرد رزولیوشن پاس کردینے کی بنا پر نہیں ہے -

یہ بات بہت سے کمزور دلوں کیلیے ایک حیلہ بن گئی - وہ کرانچی رزولیوشن کا اعلان کرتے ' مگر " ایسا کرونگا " اور " ایسا ہونا چاھیے " وغیرہ الفاظ کے ساتھہ بولتے - بالفعل عمل کرنے پر زور نہ دیتے ' نہ اپنے عمل کرنے کا اظہار کرتے - لیکن مولانا نے یہ تسمہ بھی لگا نہ رکھا - انہوں نے بمبئی ' آگرہ ' لاہور وغیرہ کی تقریروں اور اپنے تحریری اعلانات میں صاف صاف کہدیا کہ یہ صرف میرا اعتقاد یا زبانی اعلان ہی نہیں ہے ' اور نہ لیڈروں کے مینوفسٹو کی طرح صرف اس بات کے جواز کا مدعی ہوں - بلکہ دو سال سے اس پر عمل بھی کررہا ہوں - آئندہ بھی کرونگا اور ہر شخص سے کہتا ہوں کہ وہ بھی ایسا ہی کرے - میں پوری جد و جہد کرونگا کہ ہر سپاہی تک اس پیغام حق کو پہنچا دوں -

بمبئی کی اُس میٹنگ میں میں بھی شریک تھا - مولانا نے میٹنگ میں بھی اپنی یہ راے ظاہر کردی تھی کہ مینوفسٹو کا مضمون ناکافی ہے اور صرف ایسا کہنے کے " جواز " کا اظہار کرنا حصول مقصد کیلیے سودمند نہیں - اُنہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ میں نے عملاً ایسا کیا ہے اور ہمیشہ کرتا رہونگا -

ابتدا میں گورنمنٹ نے علي برادران اور انکے ساتھیوں کے برخلاف صرف کرانچي رزو لیوشن کا الزام لگایا تھا - لیکن جب مولانا نے بار بار اعلان کیا کہ کرانچي رزو لیوشن خلافت اور جمعیت العلماء کي گذشتہ تجویزوں کا صرف اعادہ ہے - ورنہ سب سے پہلے خود انہوں نے ۲۹ - فروري سنہ ۲۰ - کو خلافت کانفرنس کلکتہ میں اسکا اعلان کیا ہے ' تو پھر گورنمنٹ بھي چونکي ' اور جونہي مقدمہ سشن کورٹ میں شروع ہوا ' سرکاري وکیل نے دعوے میں ترمیم کرکے کلکتہ کانفرنس کا رزو لیوشن بھي شامل کردیا - اسپر مولانا نے ایک برقي بیان فوراً تمام اخبارات میں شائع کرایا تھا - جسکي بے باک شجاعانہ اسپرٹ نہایت ھي عجیب و غریب تھي اور ھمیشہ ھندوستان کي تاریخ میں یادگار رھیگي - اس میں انہوں نے لکھا تھا کہ صرف اتني ھي ترمیم سے سرکاري دعوا مکمل نہیں ھوسکتا - اور مرحلے بھي ابھي باقي ھیں :

" سب سے پہلے کلکتہ خلافت کانفرنس کیلیے یہ رزو لیوشن میں نے طیار کیا - خود اپني قلم سے لکھا ' اور میري ھي صدارت میں منظور ھوا - اسکے بعد دھلي میں جمعیۃ العلماء کا جلسہ ھوا اور میں نے اس رزو لیوشن پر بصورت فتوی کے دستخط کیا - پھر بریلي میں جمعیۃ کا جلسہ ھوا - اس کا بھي میں ھي صدر تھا ' اور صدارت کي طرف سے اس رزو لیوشن کو پیش کرکے منظور کرایا تھا - علاوہ بریں رسالۂ خلافت میں ایک خاص باب اس موضوع پر لکھہ چکا ھوں ' اور اسکي بے شمار کاپیاں تقسیم ھوچکي ھیں - پھر کلکتہ ' دھلي ' کرانچي ' بمبئي وغیرہ میں بھي میں نے ایسا ھي بیان کیا ھے - میں اس کا بھي اقرار کرتا ھوں کہ یہ صرف میرا زباني اظہار ھی نہ تھا بلکہ میں نے اس پر عمل بھي کیا ھے اور ھمیشہ لوگوں کو کہتا رھا ھوں کہ اسکي تبلیغ کرتے رھیں - اگر یہ " سازش " اور " اغوا " ھے تو مجھے اسکے ارتکاب کا ھزار مرتبہ اقرار ھے - گورنمنٹ کو چاھیے تھا کہ علي برادر سے پہلے (جنھوں نے صرف نقل و اعادہ کیا ھے) مجھپر مقدمہ چلاتي "

۳۰ - ستمبر سنہ ۲۱ - کو یہ بیان ملک کے تمام انگریزي اور ورنی کلر اخبارات میں شائع ھوگیا ' مگر گورنمنٹ کي جانب سے بالکل اغماض کیا گیا اور کوئي کارروائي اُنکے برخلاف نہ کي گئي - یہ امر واقعہ ھے کہ تمام ملک کو اسپر سخت تعجب اور حیراني ھوئي تھي - جیسا کہ اُنھوں نے اپنے " بیان " کي دفعہ ۲ - میں اشارہ کیا ھے -

یہ واقعہ علاوہ اُن بے شمار تقریروں اور کارروائیوں کے ھے ' جن میں وہ برابر بلا کسي ادنی تزلزل کے یکساں قول و فعل کے ساتھہ مشغول رھے -

پس اِن حالات میں اگر اسقدر توقف اور پس و پیش کے بعد گورنمنٹ نے اُنہیں گرفتار کیا ' تو جیسا کہ خود اُنہوں نے کہا ھے' فی الحقیقت یہ کوئی خلاف توقع بات نہیں ھے' اور اُنکی طرح همیں بھی اسپر کوئی اعتراض نہیں کرنا چاھیے -

(آخری دفاعی معــرکہ)

ایسا معلوم ھوتا ھے کہ خدا کی حکمت اُنکی گرفتاری سے بر وقت ایک خاص کام لینا چاھتی تھی - اسیلیے تعجب انگیز طور پر اُنکی گرفتاری برابر ملتوی ھوتی رھی - اور پھر ٹھیک اُسی وقت ھوئی ' جبکہ تحریک کی نئی زندگی کیلیے اُسکی ضرورت تھی - اگر یہی واقعہ دسمبر سے پہلے ظہور میں آ جاتا ' تو وہ نتائج کیونکر حاصل ھوتے جو دسمبر کے بعد کے حالات ھی میں وجود پذیر ھوسکتے تھے ؟

۱۷ - نومبر کے بعد اچانک قومی تحریک جن حالات میں گھر گئی تھی ' اُسکا صرف اُنھی لوگوں کو اندازہ ھے جو تحریک کے اندرونی نظم و نسق میں دخل رکھتے ھیں - یہ وہ موقعہ تھا کہ ملک نہایت بے چینی کے ساتھہ کسی نئے اِقدام کا انتظار کر رھا تھا - سال کے اختتام میں (جو نوان کوا پریشن پروگرام کے نفاذ کی مجوزہ مدت تھی) صرف دو ماہ باقی رھگئے تھے ' اور ساری اُمیدوں کا مرکز مہاتما گاندھی جی کا یہ اعلان تھا کہ پہلی دسمبر سے وہ بردولی تعلقہ میں اجتماعی سول دس اوبیڈین شروع کردینگے - لیکن یکایک بمبئی میں پرنس آف ویلز کے ورود کے موقعہ پر شورش نمودار ھوئی ' اور اُس سے مہاتما گاندھی جی کے ذکی الحس قلب پر ایسا شدید اثر پڑا کہ اُنہوں نے نہ صرف بردولی کا کام ملتوی کردیا ' بلکہ پے درپے تین بیانات شائع کرکے اعلان کردیا کہ موجودہ حالات میں تحریک کی ناکامیابی کا همیں اعتراف کرلینا چاھیے !

اس اعلان نے تمام ملک میں افسردگی اور مایوسی کی ایک عام لہر دوڑا دی - قریب تھا کہ لوگوں کے دل بالکل ھی بیٹھہ جائیں - چنانچہ ۲۲ - نومبر کو جب کانگرس کی ورکنگ کمیٹی کا جلسہ ھوا تو تمام ممبروں پر یاس و حسرت چھائی ھوئی تھی اور کچھہ نظر نہیں آتا تھا کہ تحریک کو زندہ رکھنے کیلیے کونسا فوری عمل اختیار کیا جاے ؟ مولانا اور مسٹر داس نے خود مجھسے واپسی کے بعد کہا تھا : " هم بالکل تاریکی میں گھر گئے تھے " لیکن خدا کی رحمت نے فوراً چارہ سازی کی - جبکہ ۲۲ - نومبر کو بمبئی میں لوگ راہ عمل سونچ رھے تھے ' تو ٹھیک اُسی وقت گورنمنٹ کے نئے جبر و تشدد سے کلکتہ میں ایک نیا دروازۂ عمل کھل چکا تھا -

جونہی گورنمنٹ بنگال نے رضا کاروں کی جماعت اور مجالس کو خلاف قانون قرار دیا ' فوراً اهل کلکته نے ایک هزار دستخطوں سے نئی جماعت رضا کاراں کا اعلان شائع کردیا - اسکے بعد مسٹر سي - آر - داس اور مولانا کلکته پہنچے ' اور اُنہوں نے معلوم کرلیا که فتح مندي کا اصلی میدان بنگال هی میں گرم هوگا - اُنہوں نے آل انڈیا کانگرس کمیٹی یا ورکینگ کمیٹی ' یا مہاتما گاندھي کی اجازت کے انتظار میں وقت ضائع نہیں کیا ' بلکه فوراً رضاکاروں کي تنظیم اور تبلیغ کا سلسله شروع کردیا - روزانه چار چار پانچ پانچ سو گرفتاریوں کي تعداد پہنچ گئي - بنگال کي پیش قدمي نے دوسرے صوبوں پر بھي اثر ڈالا - نئي حرکت هر طرف شروع هوگئي' اور اچانک ملک میں ایک ایسي نئي زندگي پیدا هوگئي که لوگوں کو پچھلي افسردگي و مایوسی کا ایک گزرے هوے خواب جتنا بھی خیال باقي نه رها -

خود مولانا کو بھي اس حقیقت کا پورا یقین تھا جیسا که انکے " پیغام " مورخه ۸ - ڈسمبر سے واضح هوتا هے - علاوہ بریں ۴ - سے ۸ - تک اُنہوں نے جو خطوط لوگوں کو لکھے ' اُن میں بھي صاف صاف اپنا ارادہ اور یقین ظاهر کردیا هے - ایک خط کي نقل همیں اُنکے سکریٹري سے ملي هے ' جو مولانا کفایت الله صاحب صدر جمعیة العلماء دهلي کے نام اُنہوں نے لکھوایا تھا - اُس میں لکھتے هیں :

" بدایوں کے جلسه (جمعیت) میں شرکت کا قطعي ارادہ تھا - لیکن یہاں پہنچکر جو حالات دیکھے' اور جو حالات روز بروز ظہور پذیر هو رهے هیں ' اُن کے بعد بہت مشکل هوگیا هے که میں کلکته سے نکل سکوں - کلکته سے نکلنے کے یه معني هونگے که میں ایک بہترین مہلت عمل دیدہ و دانسته ضائع کردوں - مجھے تو ایسا نظر آتا هے که شاید سول ڈس اوبیڈین کا عقدہ یہیں حل هوگا - روز بروز ایک نئي شاهراہ کامیابي کي میرے سامنے کھلتي جاتي هے - یقین کیجیے که بدایوں کے جلسه میں عدم شرکت کا مجھے بھي نہایت افسوس هے - لیکن میں محسوس کرتا هوں که بحالت موجودہ کلکته سے نکلنا کم از معصیت نهوگا "

واقعات ما بعد نے ثابت کردیا که اُنکا خیال کسقدر صحیح تھا ؟ فی الحقیقت کلکته نے پوري شجاعت کے ساتھه میدان سر کیا اور اسکي کامیابي کے سامنے حریف کو علانیه سرجھکانا پڑا - افسوس هے که بدبختانه عین وقت پر رهنمایان ملک کے قوت فیصله نے غلطی کي' اور یکے بعد دیگرے ایسي لغزشیں هوگئیں که ۱۸- سے ۲۳ - ڈسمبر تک جو عظیم الشان فتح هوئي تھي' وهي اب شکست بنکر همارے سامنے آگئي هے !

(مقدمہ کی چند خصوصیات)

اب ہم اُن بعض امور کی طرف ناظرین کو توجہ دلانا چاہتے ہیں جنکی وجہ سے یہ سادہ اور مختصر مقدمہ ملک کے بے شمار پولیٹکل مقدمات میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے ' اور جن میں ہماری اخلاقی اور پولیٹکل زندگی کیلیے نہایت ہی قیمتی رہنمائی پوشیدہ ہے :

(کامل صادقانہ روش)

سب سے پہلے جو چیز ہمارے سامنے آتی ہے ' وہ مولانا کا مضبوط ' یک سو ' قطعی ' اور ہر طرح کی دورنگیوں اور تذبذب آمیز باتوں سے محفوظ کیرکٹر ہے - یہ اگرچہ اُنکی پبلک لائف کے ہر حصے میں ہمیشہ نمایاں رہا ہے' اور نظر بندی کی چار سالہ زندگی میں اچھی طرح ہم اُس کا اندازہ کرچکے ہیں' لیکن عدالت اور باقاعدہ چارہ جوئی کی صورت نظر بندی سے بالکل ایک مختلف صورت ہے - پہلے میں کوئی موقعہ اظہار بریت اور بحث و دلائل کا نہیں ہوتا - دوسرے میں سزا دہی کی بنیاد ہی بحث و دلائل اور ڈیفنس پر ہوتی ہے - پس در اصل ایک لیڈر کی روش اور استقامت کی اصلی آزمائش گاہ عدالت ہی کا ہال ہے -

اس حقیقت کو دونوں پہلوؤں سے جانچنا چاہیے - اس لحاظ سے بھی کہ عام طور پر ایک قومی رہنما اور سیاسی لیڈر کی روش گرفتاری کے بعد عدالت میں کیا ہونی چاہیے ؟ اور اس لحاظ سے بھی کہ خاص طور پر نوان کو اپریشن اُصولوں کے ماتحت ایک سچے نوان کو اپریٹر کو عدالت میں کیا کرنا چاہیے ؟ مولانا کی روش دونوں حیثیتوں سے ہمارے لیے سبق آموز ہے -

سب سے بڑی چیز " قول " اور " عمل " کی مطابقت ہے - یعنی ہم جو کچھہ کہا کرتے ہیں ' وقت پڑنے پر ٹھیک ویسا ہی بلکہ اُس سے زیادہ کر دکھائیں - مولانا نے اپنے مضبوط طرز عمل سے دکھلا دیا کہ وہ وقت پر اپنی کوئی بات اور کوئی دعوی بھی واپس لینا نہیں چاہتے -

ایک لیڈر جب گورنمنٹ کے خلاف طرز عمل اختیار کرتا ہے ' اور اظہار حق میں اپنے آپ کو ندر اور بے پروا بتلاتا ہے ' تو وہ بار بار ظاہر کرتا ہے کہ ہر طرح کی قربانیوں کیلیے طیار ہے - اور گورنمنٹ کو چیلنج دیتا ہے کہ اُسے جب چاہے گرفتار کرلے - لیکن جب گورنمنٹ خود اُسی کے اختیار کیے ہوے اور پسند کیے ہوے طریقہ پیکے

مطابق اُسے گرفتار کرلیتي هے اور اپنے نقطۂ نظر اور قانون کے مطابق مجرم ٹھرا کر سزا دلانا چاهتي هے ' تو پھر اُس وقت سونا آگ پر تپنے لگتا هے - اور کھوتے کھرے کے پہچان کي گھڑي آجاتي هے - هم دیکھتے هیں که اُسوقت تین طرح کي طبیعتیں تین طرح کي راهیں اختیار کرتي هیں :

(۱) کچھه لوگ جنکے زباني دعوؤں کے اندر کوئي محکم ایمان اور سچائي نہیں هوتي ' وه تو فوراً اپنے دعوؤں سے دست بردار هوجاتے هیں ' اور اپنے کیے پر پشیماني ظاهر کرکے عجز و نیاز کا سر جھکا دیتے هیں - یه سب سے ادنی درجه هے -

(۲) کچھه لوگ جو اِس سے بلند درجه رکھتے هیں' اُنکي طبیعت اس درجه گرجانے کو تو گوارا نہیں کرتي ' لیکن سزا سے بچنے کیلیے وه بھي بیقرار هوتے هیں - اسلیے وه بھي فوراً اپنا طرز عمل بدلدیتے هیں' اور عدالت پر ظاهر کرنے لگتے هیں که جو کچھه وه کرتے رهے' اُسکا مقصد وه نہیں هے جو گورنمنٹ نے سمجھا هے ' بلکه کچھه دوسرا هي هے - پھر طرح طرح سے اُسکي تاویلیں کرتے هیں ' اور مخالفت کو موافقت بنانا چاهتے هیں - کبھي پولیس اور سي - آئي - ڈي کي رپورٹوں کو بالکل جھوٹا کہدیتے هیں' کبھي اپنے کہے هوے اور لکھے هوے جملوں کو توڑ مروڑ کر کچھه کا کچھه بنانا چاهتے هیں - کبھي گورنمنٹ کا شکوه کرتے هیں که کیوں خواه مخواه بلا قصور اُنہیں گرفتار کرلیا ؟ غرضکه اپني تمام پچھلي شجاعانه آمادگیوں کو فراموش کر کے اچانک ایک نیا پوزیشن اختیار کرلیتے هیں' اور اگرچه سزا سے نه بچ سکیں لیکن سزا سے بچنے کیلیے جسقدر بھي حیلے حوالے کرسکتے هیں ' اُسمیں کمي نہیں کرتے - پہلي قسم کي طرح اس قسم کے لوگ بھي بعد کو اپنے طرز عمل کي حمایت یا معذرت میں یه حیله اختیار کرتے هیں که لڑائي بھی ایک طرح کا فریب هے - هم نے صرف اپنے بچاؤ کیلیے دشمن سے فریب کھیلا ' ورنه دراصل همارے دل میں وهی هے جو پہلے تھا - لوگ بھی اسے مان لیتے هیں -

یه بات گویا اسقدر مسلم اور پیشتر سے سمجھي بوجھی هوئي هے که جب کوئی لیڈر عدالت میں ایسا رویه اختیار کرتا هے ' تو پبلک ذرا بھی تعجب نہیں کرتی اور سمجھه لیتی هے که یه سب کچھه صرف عدالت کیلیے کیا گیا هے جہاں ایساهی کرنا چاهیے پالیٹکس میں ایسا کرنا هي پڑتا هے - گویا پالیٹکس میں جھوٹ ' نفاق ' دورنگي ' ذلت نفس ' اور مکر و فریب کے سوا چارہ نہیں !

(۳) کچھہ لوگ ان دونوں قسموں سے بھي بلند تر ھیں - وہ زیادہ باھمت اور نڈر دل رکھتے ھیں - اسلیے عدالت کے سامنے بھي اُنکي جرأت و شجاعت اُسي آن بان کے ساتھہ نظر آتي ھے جس طرح پبلک مجمعوں میں نظر آتي تھي - لیکن زیادہ دقت نظر کے ساتھہ جب اُنکے طرز عمل کو دیکھا جاتا ھے ' تو وہ بھي بے لاگ اور یکسو ثابت نہیں ھوتا - کیونکہ گو وہ ساري باتیں ھمت اور بے باکي کي کرتے ھیں' لیکن حقیقت اور اصلیت کے اقرار و برداشت سے اُنھیں بھی گریز ھوتا ھے - یعنے عدالت کی سزا سے بچنے کیلیے وہ بھی کوئی دقیقہ حیلے حوالوں کا اُٹھا نہیں رکھتے - البتہ اُنکی حیلہ جوئی بہت ھی مخفی اور باریک ھوتی ھے - پچھلی دو جماعتوں کی طرح کھلی ھوئی اور صاف نہیں ھوتی - وہ گورنمنٹ کی مخالفت سے انکار تو نہیں کرتے لیکن ساتھہ ھی عدالت اور قانون کی آڑ میں پناہ بھی لینا چاھتے ھیں - یعنی یہ ظاھر کرتے ھیں کہ گو اُنھوں نے یہ سب کچھہ کہا اور کیا ھے ' تاھم اُنھیں سزا نہیں ملنی چاھیے - کیونکہ عدالت اور قانون کی رو سے وہ ھر طرح ایک جائز فعل تھا - کسی طرح بھی سزا کا موجب نہیں ھوسکتا - ساتھہ ھي وہ اس بات کی بھي سخت شکایت کرتے ھیں کہ بلا " قصور " اُنھیں گرفتار کیا گیا - نیز عدالت کو باور کرانے کی کوشش کرتے ھیں کہ اُنکو سزا کا دینا نہایت " نا انصافی " کی بات ھوگی ! یہ طرز عمل اُنکا اُس گورنمنٹ اور گورنمنٹ کی عدالت میں ھوتا ھے جسکے ظلم و ستم کا وہ شب و روز رونا روچکے ھیں ' اور جسکے انصاف سے اُنھوں نے ھمیشہ مایوسی ظاھر کی ھے - نیز جسکی نسبت اُنھیں یقین بھی ھے کہ خواہ کتني ھی قانون اور انصاف کے نام پر اپیلیں کی جائیں ' لیکن اُنھیں سزا دیے بغیر نہیں چھوڑا جائیگا !

یہ آخري قسم گویا سب سے بلند اور اعلیٰ سے اعلیٰ جماعت ھے جو ھماري پولیٹکل جد و جہد کا دور اسوقت تک پیدا کرسکا ھے - لیکن " قول " اور " فعل " کی مطابقت سے اسکا طرز عمل بھی خالی ھے - اگر فی الواقع وہ اپنے تمام دعوؤں میں سچی تھی ' اور دعوت آزادي و حق پرستي کے نتائج بھگتنے کیلیے طیار تھی ' تو چاھیے تھا کہ اپنی گرفتاري اور سزا یابي کا بلا کسي اعتراض اور شکایت کے استقبال کرتي ' اور صاف صاف کہدیتي کہ فی الواقع اُس نے ایسا ھي کام کیا ھے جس پر گورنمنٹ کے نقطۂ خیال کے مطابق سزا ملني چاھیے - اور چونکہ اُس نے خود اپني پسند سے یہ راہ اختیار کي ھے ' اسلیے اُسکے قدرتي نتائج کیلیے

وہ کسي طرح گورنمنٹ کو ملامت بھي نہيں کرتي - گورنمنٹ دنيا کے تمام جانداروں کي طرح يقيناً اپنے مخالفوں کو سزا هي ديگي - پھولوں کا تاج نہيں پہنائيگي - پس جب ايک بات قدرتي طور پر ناگزير هے تو کيوں اس سے گريز کيا جاے ؟ اگر گريز هے تو آزادي و حق طلبي کي راہ ميں قدم رکھنا هي نہيں چاهيئے -

ليکن مولانا کا طرز عمل اس اعتبار سے بالکل ايک نئي راہ همارے سامنے کھولتا هے - انہوں نے بتلاديا هے کہ " قول " اور " فعل " کي مطابقت اور سچي اور بے لاگ حقيقت پرستي کے معني کيا هيں ؟ انہوں نے اپنے بيان ميں سب سے پہلے اسي سوال پر توجہ کي هے - انہوں نے صاف صاف تسليم کرليا هے کہ وہ بحالت موجودہ گورنمنٹ کے نقطۂ نظر اور قانون سے واقعي " مجرم " هيں ' اور يہ هرگز قابل ملامت و شکايت نہيں هے کہ گورنمنٹ انہيں سزا دلانا چاهتي هے - اس سے بھي بڑھکر يہ کہ جب انہوں نے استغاثہ کے مواد کو بہت هي کمزور پايا ' تو ايک ايسي جرأت کے ساتھہ جسکي کوئي نظير موجود نہيں ' استغاثہ کا بار ثبوت بھي اپنے ذمے لے ليا ' اور خود اپنے قلم سے وہ تمام باتيں بتفصيل لکھديں جنکا ثبوت استغاثہ کيليے بہت مشکل تھا اور اسليے وہ پيش نہ کرسکا تھا - اس طرح عدالت پر اچھي طرح واضح هوگيا کہ استغاثہ کے دعوے سے بھي کہيں زيادہ وہ گورنمنٹ کے مجرم هيں - اور يہ بالکل ايک قدرتي بات هے کہ انہيں سزا دي جاے -

چنانچہ هم خود انہي کي زباني سنتے هيں کہ انکا ارادہ بيان دينے کا نہ تھا - کيونکہ انہيں يقين تھا کہ انکے خلاف گورنمنٹ کو جو کچھہ کہنا چاهيے وہ سب کچھہ پيش کرديگي - ليکن جب کارروائي شروع هوئي اور انہوں نے ديکھا کہ صرف دو تقريروں کي بنا پر استغاثہ دائر کيا گيا هے اور وہ ان بہت سي باتوں سے بالکل خالي هيں' جو هميشہ وہ کہتے رهے هيں - تو انہوں نے محسوس کيا کہ " گورنمنٹ ميرے خلاف تمام ضروري مواد مہيا کرنے ميں کامياب نہيں هوئي اسليے ميرا فرض هے کہ ميں عدالت کو اصليت سے با خبر کردوں " وہ تسليم کرتے هيں کہ " قواعد عدالت کي رو سے يہ ميرا فرض نہيں هے " مگر چونکہ " حقيقت کا قانون عدالتي قواعد کي حيلہ جوئيوں کا پابند نہيں هے " اسليے " يقيناً يہ سچائي کے خلاف هوگا کہ ايک بات صرف اسليے پوشيدگي ميں چھوڑ دي جاے کہ مخالف اپنے عجز کي وجہ سے ثابت نہ کرسکا "

اسکے بعد انہوں نے یہ بھي واضح کردیا ہے کہ وہ کیوں " جرم " کا اقرار کرتے ہیں ؟ وہ کہتے [illegible] کہ جب ایک قوم اپنے ملک کي آزادي کا مطالبہ کرتي ہے تو اُسکا مقابلہ اُس طاقت سے ہوتا [illegible] جو عرصہ سے اُسکے ملک پر قابض و متصرف ہے - کوئي انسان یہ پسند نہیں کریگا کہ اسکے قبضہ میں آئي ہوئي چیز واپس چلي جاے - پس قدرتي طور پر یہ مطالبہ قابض طاقت پر شاق گزرتا ہے اور جہانتک اُسکے بس میں ہوتا ہے وہ اپنے فوائد کے تحفظ کیلیے جد و جہد کرتي ہے - یہ جد و جہد کتني هي خلاف انصاف ہو ' مگر کسي طرح بھي قابل ملامت نہیں ہے - کیونکہ ہر وجود اپني حفاظت کیلیے ضرور ہاتھہ پانؤں ماریگا - ایسا هي مقابلہ ہندوستان میں بھي شروع ہوگیا ہے - پس یہ ضروري ہے کہ جو لوگ موجودہ بیورو کریسي کے خلاف جد و جہد کررہے ہیں ' بیورو کریسي بھي اُنکي مخالفت میں جد و جہد کرے ' اور جہانتک اُسکے امکان میں ہے ' اُنکو سزائیں دے - چونکہ وہ نہ صرف جد و جہد کرنے والے هی ہیں ' بلکہ اس جد و جہد کي دعوت دینے والے ہیں ' اسلیے ضروري ہے کہ اُنہیں سزا دي جاے ' بلکہ زیادہ سے زیادہ سزا دي جاے - وہ کہتے ہیں کہ میں کیوں گورنمنٹ سے یہ توقع رکھوں کہ وہ اپنے مخالفوں کو پیار کریگي ؟ وہ تو وهی کریگی جو ہمیشہ طاقت نے آزادي کی جد و جہد کے مقابلہ میں کیا ہے - پس یہ ایک ایسا [illegible] معاملہ ہے جسمیں دونوں فریق کیلیے شکوہ و شکایت کا کوئی موقعہ نہیں - [illegible] کو اپنا اپنا کام کیے جانا چاهیے "

اُنہوں نے اپنے بیان کے آخر میں اسکا بھي اعتراف کیا ہے کہ آزادي و حق طلبي کي جد و جہد کي مقاومت میں دنیا کي جابر گورنمنٹیں جو کچھہ کر چکي ہیں ' اسکو دیکھتے ہوے تسلیم کرنا چاهیے کہ ہندوستان میں اسوقت جسقدر جبر و تشدد ہو رہا ہے ' وہ بہت هي کم ہے !

کیسي بے لاگ اور خالص صداقت شعاري ہے ' جو اس بیان سے ٹپک رهي ہے ؟ کیا اس سے بھي بڑھکر راست بازي اور شجاعت و استقامت کي کوئي مثال ہوسکتي ہے ؟

لوگوں کو شیوۂ حق گوئي کے اس نئے نمونہ پر اگر تعجب ہو تو کوئی حیرت کی بات نہیں - کیونکہ ابھی ہم اس مقام سے بہت هي دور پڑے ہوے ہیں - ابھی تک تو ہمارا یہ خیال ہے کہ پالیٹکس میں ہر طرح کی ہٹ دھرمی اور صریح غلط بیانی تک جائز ہے !

مولانا کا یہ طرز عمل عام خیالات سے کسقدر مختلف ہے ؟ اس کا اندازہ حسب ذیل واقعہ سے ہوگا - مولانا نے مندرجۂ بالا [illegible] تے ہوے یہ الفاظ لکھے ہیں " کہا جاسکتا ہے کہ پہلے فریق کی طرح دوسرے فریق کی جد و جہد بھی قابل ملامت نہیں " یعنے قوم کی طرح گورنمنٹ بھی اپنی جد و جہد میں قابل ملامت نہیں - چونکہ یہ خیال عام خیال سے بالکل ہی بعید تھا - لوگوں کی سمجھہ میں کسی طرح یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ گورنمنٹ کو بھی اُسکی جابرانہ جد و جہد میں ناقابل ملامت مانا جاے - اسلیے تمام اخبارات نے اِسے کتابت کی غلطی سمجھا اور " کہا جاسکتا ہے " کی جگہہ " کہا جاتا ہے " بنا دیا - گویا گورنمنٹ یا اُسکے طرفدار ایسا کہتے ہیں ' ورنہ در اصل ایسا نہیں ہے - حالانکہ اسکے بعد کی عبارت بالکل اس تبدیلی کے خلاف تھی !

(نوان کوا پریشن اُصول)

یہ جو کچھہ ہمیں نظر آیا ' مولانا کے مسلک کی عام حیثیت تھی - اگر " ترک موالات " کا پروگرام نہ ہوتا ' جب بھی وہ ایسا ہی کرتے - لیکن اب اس اعتبار سے بھی دیکھنا چاہیے کہ " ترک موالات " کا اصول ملحوظ رکھتے ہوے اُنکے طرز عمل کا کیا حال ہے ؟

ترک موالات اور عدالت کے با[illegible] سے مقصود یہ تھا کہ عدالت میں کسی طرح کا بھی ڈیفنس نہ کیا جاے - یعنی اپنے کو سزا سے بچانے کیلیے کوئی کارروائی نہ کی جاے ' کیونکہ نوان کوا پریشن عدالت کے انصاف اور جواز ہی سے منکر ہے - اس اعتبار سے بھی مولانا نے ہمیں بتلادیا ہے کہ ڈیفنس نہ کرنے کے کیا معنی ہیں ؟

بہت سے لوگوں نے " ڈیفنس نہ کرنے " پر صرف اتنا ہی عمل کیا کہ عدالتی دستور کے مطابق وکلا اور قانون پیشہ اشخاص کو اپنے طرف سے مقرر نہیں کیا - لیکن جہانتک تعلق اصل ڈیفنس کا ہے ' اسمیں اُنہوں نے کوئی کمی نہیں کی - پوری طرح اپنی بے قصوری اور استغاثہ کے خلاف قانون و انصاف ہونے پر بحثیں کیں ' اور ہر طرح کے قانونی مواد سے استدلال کیا ' بعض حالتوں میں عدالت سے انصاف کی اپیل بھی کی گئی - یعنی خود اپنی زبان و قلم سے وہ سب کچھہ کر گزرے جو وکیل اور کونسلی اُنکی جانب سے ڈیفنس میں کرسکتا تھا - پس فی الحقیقت یہ " ڈیفنس نہ کرنا " نہیں ہوا ' بلکہ " براہ راست خود ڈیفنس کرنا " [illegible]

لیکن مولانا کا طرزعمل کسقدر یک سو اور کامل معنوں میں ڈیفنس سے مبرا ہے ؟ اُنہوں نے اظہار بے جرمی کی جگھہ جرم کا صاف صاف اعتراف کیا ' اور بجائے انصاف [illegible] نے کے عدالت کو [illegible] ہی اپنے تمام جرائم کی فہرست سنادی - ساتھہ ہی اول سے آخر تک کسی [illegible]رح کی قانونی بحث نہیں کی - ایک حرف بھی اس بارے میں ہم اُنکی زباں سے نہیں سنتے - حتی کہ یہ تک نہیں پوچھتے کہ جو دفعہ اُنپر لگائی گئی ہے' واقعی انکی تقریریں اُسمیں آتی بھی ہیں یا نہیں ؟ اور آتی ہیں تو کیونکر ؟ وہ تو خود ہی اپنی تقریروں کے تمام سخت سخت مقامات نقل کر دیتے ہیں اور سی - آئی - ڈی کے رپورٹروں کی ناقابلیت سے جہاں کہیں کوئی کمی رہگئی ہے' اُسکو استغاثہ کے حسب منشاء مکمل کردیتے ہیں ! فی الحقیقت ترک موالات اور عدالتوں کے مقاطعہ سے اصل مقصود یہ تھا جسکا مکمل نمونہ ہم اُن میں دیکھتے ہیں - یہ نہیں تھا کہ ڈیفنس اور بریت کا ایک طریقہ چھوڑ کر دوسرا طریقہ اختیار کرلیا جاے -

جو لوگ صاحب نظر و انصاف ہیں ' وہ یقیناً اس طرز عمل سے متاثر ہوے اور متاثر ہونگے - مولانا کے بعد ہی لاہور میں لالہ لاجپت راے جی پر دوبارہ مقدمہ چلایا گیا لیکن جب اُن سے پوچھا گیا کہ وہ کوئی بیان دینگے ؟ تو جواب میں اُنہوں نے کہا " چونکہ بیان میں از روے قانون اپنی بریت کو لازمی طور پر لکھنا پڑیگا اور یہ نوان کو اپریشن کے خلاف ہے - ا[illegible]ور کرنے کے بعد اب میری راے یہی ہوگئی ہے کہ کوئی بیان نہیں دینا چاہیے [illegible] گویا اُنہوں نے بھی مولانا کے طرز عمل کی تائید کی -

جب تک ایک حقیقت نظروں سے مستور رہتی ہے ' اُسکا عام طور پر احساس نہیں ہوتا - لیکن جب سامنے آجاتی ہے تو پھر تعجب ہوتا ہے کہ اتنی صاف بات کیوں لوگونکو محسوس نہیں ہوئی ؟ یہی حال اس معاملہ کا ہے - مولانا کا بیان پڑھنے کے بعد فی الواقع تعجب ہوتا ہے کہ کیوں اسقدر صاف اور سچی بات سے بڑے بڑے لیڈروں کو گریز رہا ؟ یہ واقعہ ہے کہ ہم موجودہ گورنمنٹ اور بیورو کریٹک حکام کے جبر و ظلم کے خلاف جد و جہد کرتے ہیں اور صاف صاف کہتے ہیں کہ ہمارا مقصد اُنکے قبضہ سے اپنا حق واپس لینا ہے - پس یہ بالکل قطعی اور یقینی بات ہے کہ ہم جو کچھہ کر رہے ہیں ' وہ ہمارے دلائل اور عقائد کی رو سے کتنا ہی صحیح ہو' لیکن موجودہ گورنمنٹ کے قانون اور پوزیشن کی رو سے

تو ضرور جرم اور بلا کسي نزاع کے ۱۲۴ - الف ہے - یعني "گورنمنٹ کے خلاف حقارت اور نفرت پھیلانا" ہے - پس اگر ہم اس بات سے بے خبر ہیں ' تو ہم اس کام کے لائق ہي نہیں ہوسکتے - اگر جان بوجھکر ایسا [illegible] تو پھر ہم کو مان لینا چاهیے کہ گورنمنٹ اور گورنمنٹ کے نافذ کردہ قانون کي رو سے ہم ضرور مجرم ہیں ' اور وہ سزا دلانے میں حق بجانب ہے - اسمیں بچاؤ اور بریت کیلیے چناں چنیں کیوں کي جاے ؟ اور شکوہ و شکایت کیوں ہو ؟ کیا لوگ ایسا سمجھتے ہیں کہ وہ گورنمنٹ کے خلاف جد و جہد بھي کرینگے ' اُسے جنگجو حریفوں کي طرح چیلنج بھي دینگے ' اور پھر وہ اُنھیں گرفتار بھي نہ کریگي ' اور محض معمولي معمولي سزائیں بھي نہ دے ؟ مولانا کے لفظوں میں کہنا چاهیے کہ "گورنمنٹ مسیح نہیں ہے" !

یا پھر تسلیم کرلینا چاهیے کہ جو کچھہ زبان سے کہا جاتا ہے ' وہ دل میں نہیں ہے - زبان چیلنج دیتي ہے ' مگر دل میں یہي ہوتا ہے کہ ہم آخر تک بچتے رہینگے - اور یہ محض زباني شیخي کر رہے ہیں ' ورنہ سچ مچ کو پکڑے نہیں جائینگے -

(سي - آئي - ڈي کے رپورٹر)

اسي سلسلہ میں مولانا کے طرز عمل کي ایک اور صداقت ہمارے سامنے آتي ہے - اُنھوں نے کیسي صفائي [illegible] راست بازي کے ساتھہ تسلیم کرلیا ہے کہ سي - آئي - ڈي - کے رپورٹروں [illegible] خلاف جو کچھہ کہا ' وہ صحیح ہے - اُس میں کوئي بات شرارت کي نہیں -

ہماري پولیٹکل جد و جہد کي تاریخ میں یہ سب سے پہلي مثال ہے کہ اس فراخ دلي کے ساتھہ خود ملزم نے اُن لوگوں کي شہادت کي تصدیق کي ہے جو ملزم کے برخلاف اسکي کوشش کر رہے ہیں کہ عمر بھر کي قید کي سزا دلا دي جاے !

انسان کي ایک سب سے بڑي عام کمزوري یہ ہے کہ وہ فریقانہ تعصب سے اپنے آپکو محفوظ نہیں رکھہ سکتا - صداقت کیلیے سب سے زیادہ مشکل آزمائش اُسیوقت ہوتي ہے جب وہ دشمنوں اور مخالفوں کے مقابلے میں کھڑي ہوتي ہے - ہم روزانہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے بڑے بڑے لیڈر بھي اسمیں کوئي مضائقہ نہیں سمجھتے کہ مخالف فریق کو بوقت ضرورت غلط الزامات دیدیے جائیں - یا کم از کم

اُنکي موافقت میں کوئي کلمہ زبان سے نہ نکلا جاے - وہ کہتے ھیں کہ یہ مصالح جنگ ھیں - غلط بیاني اور جھوٹ نہیں لیکن في الحقیقت یہ یورپ کا پولٹیکل اخلاق ھے جس پر یورپ سے بیزار ھوکر بھي ھم شوق سے عمل کررھے ھیں -

ابھي اسي سال کي بات ھے کہ علي گڈہ میں پولیس کے اشتعال سے فساد ھوا تھا - جیسا کہ قاعدہ ھے پولیس کے اشتعال اور تشدد سے پبلک بھي مشتعل ھوئي ' اور پھر مشتعل ھونے کے بعد اُس نے بھي وہ سب کچھہ کیا جو ایک پرجوش مجمع کي فطرت کیا کرتي ھے - لیکن " اخبار انڈیپینڈنٹ " کے نامہ نگار اور بعض دیگر مقامي لیڈروں نے اِس سے صاف صاف انکار کردیا وہ آخر تک یہي کہتے رھے کہ مجمع نے کوئي انتقامي کارروائي نہیں کی - نہ تو کوتوالي پر حملہ کیا گیا - نہ پولیس پر پتھر پھینکے گئے - نہ کوتوالي کا سامان جلایا گیا - یہ سب جھوٹ ھے - حالانکہ یہ سب سچ تھا ' اور سچ کو سچ ماننے ھی میں ھماري طاقت اور فتح مندي ھے - آخر جب مہاتما گاندھی نے سختی کے ساتھہ مضامین لکھے ' تب جاکر لوگ کہیں خاموش ھوے - اس طرح کی ھٹ دھرمیوں کا نتیجہ یہ نکلتا ھے کہ حریف کی نظروں میں جو یقیناً اصلیت سے بے خبر نہیں ھے ' ھمارے کریکٹر کی کمزوري خود کھل جاتی ھے ' اور ھماري بات بالکل ھلکی اور بے وزن ھوکر رھجاتی ھے - ھمیں یاد نہیں پڑتا کہ آجتک کبھی کسي نے یہ تسلیم کیا ھو کہ اُسکے خلاف پولیس کا بیان صحیح ھے - بلاشبہ یہ سچ ھے کہ پولیس کي کذب بیانیوں کي بھی کوئي حد نہیں - لیکن انہیں جھوٹ گھڑنے کي ضرورت وھیں پڑتي ھے جہاں اصل میں کچھہ نہو - جہاں فی الواقع گورنمنٹ کے خلاف کارروائي کي گئي ھے ' وھاں تو وہ بھی اس سے زیادہ نہیں کرینگے کہ مخالف کو مخالف ھی دکھلائیں - یا کچھہ مبالغہ کردیں - پھر کیوں واقعات کو صریح جھٹلایا جاے ؟

(اُنکا عفو و تحمل اور روش کي متانت)

ایک بڑي سبق آموز حقیقت اُنکے روش کی کمال درجہ سنجیدگی و متانت' اور نہایت ھي موثر عفو و درگذر بھی ھے - یہ وصف بھی ایسا ھے کہ جس پر غور کرنے کی ھمارے قومی لیڈروں اور کارکنوں کو بڑي ھی ضرورت ھے -

یہ قدرتی کمزوري ھم تمام انسانوں میں ھے کہ مخالف کے مقابلے میں غصہ اور غیظ و غضب سے بھرجاتے ھیں - علی الخصوص اس حالت میں جبکہ مخالف

صاحب اختیار و طاقت بھی ہو - لیکن ایک لیڈر اور بڑے آدمی کو عام انسانوں سے زیادہ جذبات پر قابو رکھنا چاہیے - کسی انسان کی بڑائی کیلیے یہ کم سے کم بات ہے کہ وہ وقت پر اپنے غصہ کو ضبط کرسکے - بہت سے لوگ یہ غلطی بھی کرجاتے ہیں کہ شجاعت و ہمت اور طیش و غضب میں فرق نہیں کرتے - بہت زیادہ غصہ میں آ جانے کو ہمت اور بہادری کی بات سمجھتے ہیں - حالانکہ سچا بہادر وہی ہے جو تکلیف جھیلنے میں اسقدر مضبوط ہو کہ تکلیف دیکھکر اُسے غصہ ہی نہ آے - علاوہ بریں غصہ اور طیش کے ہیجان میں واقعات اور حقیقت کی تاثیر بھی نمایاں نہیں ہوسکتی -

مولانا کے طرز عمل کی ایک بڑی نمایاں بات اُنکی بیحد متانت اور سنجیدگی ہے - عدالت کی تمام کارروائیوں کی اثنا میں کہیں بھی یہ نظر نہیں آتا کہ وہ غصہ میں بھرے ہوے ہیں - یا دشمن کے قابو میں اپنے آپ کو پاکر پیچ و تاب کھا رہے ہیں - برخلاف اسکے اُنکے "بیان" کی ہر سطر سے کامل متانت اور ضبط ٹپکتا ہے ' اور جس حصے کو دیکھا جاے ' جذبات کے جوش کا کوئی اثر نظر نہیں آتا - اُنہوں نے سخت سے سخت جوش انگیز پولیٹکل معاملات پر اس طرح بحث کی ہے ' گویا ایک شخص نہایت سادگی کے ساتھہ محض واقعات و حقائق پر لکچر دے رہا ہے - وہ گویا گرفتار ہونے کے بعد غضبی جذبات سے بالکل خالی ہوگئے تھے !

اس سے بھی زیادہ موثر مقام بیان کا خاتمہ ہے جہاں اُنہوں نے اُن تمام لوگوں کا ذکر کیا ہے - جو اُنکے خلاف مقدمہ میں کام کر رہے تھے - اپنے مخالف گواہوں ' سرکاری وکیل ' اور مجسٹریٹ کی نسبت پوری خوشدلی کے ساتھہ لکھدیا ہے کہ اُنہیں کوئی شکایت یا رنج اُن سے نہیں ہے - اور اگر اُن سے کوئی قصور اس بارے میں ہوا ہے تو وہ سچے دل سے معاف کردیتے ہیں - مجسٹریٹ کی نسبت لکھا ہے کہ وہ تو اپنا فرض انجام دے رہا ہے اور حکومت کی مشینری کا ایک جزء ہے - جب تک مشینری میں تبدیلی نہو ' اُسکے اجزاء کے افعال میں بھی کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی - پس اس سے بھی انہیں کوئی شکایت نہیں ہے !

اُنکے بیان کا خاتمہ بیحد موثر ہے - وہ ضرب المثل کی طرح ہمارے لٹریچر میں زندہ رہیگا - جس طرح بیان کے بہت سے جملے اپنی لفظی و معنوی

خوبصورتي و صداقت كي وجه سے هميشه ياد رکھے جائينگے - هم بيان کے مطالب كي اهميت ' طرز بيان کی دلنشینی ' اسلامي حريت کی عالمانه ترجماني ' اور فرائض ملک و ملت كي بہترین سبق آموزي کی قدر و قيمت كا اندازه ناظرين کے ذوق سليم پر چھوڑتے هيں ' اور مولانا هی کے لفظوں میں یه کہکر اپنی گذارش ختم کرديتے هيں که " مستقبل فيصله کریگا اور اُسی کا فيصله آخري فيصله هوگا " !

نالہ از بہر رہائی نہ کند مرغ اسیر
خورد افسوس زمانے کہ گرفتار نہ بود !

ايک عظيم الشان بيان

A great Statement !

مهاتما گاندهي جي اپنے اخبار " ينگ انڈيا " كي اشاعت ۲۳ - فروري سنه ۲۲ - ميں عنوان بالا سے رقم طراز هيں :

" مولانا ابو الکلام آزاد نے جو بیان عدالت میں دیا ہے ' اُسكي نقل ابھي ميرے پاس پہنچي ہے - يه فلسكيپ سائز کے ۳۳ - صفحوں پر ٹائپ کیا ہوا ہے ' ليکن اسقدر طول طويل ہوئے پر بھي سب کا سب پڑھنے کے قابل ہے - اصل بيان مولانا كي فصيح و بليغ اردو ميں ہوگا - يه اُسکا انگريزي ترجمه ہے - ترجمه برا نهيں ہے ليکن ميں خيال كرتا هوں كه اس سے بهتر ممکن تها -

مولانا کے بيان ميں بهت بڑي ادبي خوبصورتي ہے ' وہ نهايت وسيع رواني کے ساتھه پرجوش بهي ہے - وہ نهايت دليرانه ہے - اُسکا لهجه غير متزلزل اور غير آشتي طلب (ان کمپرو مائزينگ) ہے - مگر ساتھه هي سنجيده اور متين بهي ہے تمام بيان ميں اول سے آخر تک ايک پرجوش اثر پايا جاتا ہے ' اور ايسا معلوم هوتا ہے - گويا خلافت اور نيشنلزم پر مولانا ايک پر اثر خطبه دے رہے هيں ! ميں اميد كرتا هوں كه اس بيان کو چهاپکر شائع کرديا جائيگا - ميں مولانا کے سكريٹري کو مشوره دونگا كه احتياط کے ساتھه انگريزي ترجمه پر نظر ثاني كريں ' اور كتاب كي صورت ميں چهاپکر شائع کرديں -

مولانا كا بيان پڑھکر جب ميں فارغ هوا ' تو ايک بات بهت زياده واضح هوکر ميرے سامنے آگئي - يعني عدالتوں کو بائيکاٹ کرنے كي اصلي ضرورت كيا ہے ؟ ميں نے محسوس كيا كه اگر هم نے ايسا نه كيا هوتا تو يه بے خوفي اور مضبوطي

ہم میں کہاں ہوتی جو آج ہمارے اندر کام کررہی ہے؟ مسٹر سی - آر - داس ' لالہ لاجپت رائے ' پنڈت موتی لال نہرو کے شریفانہ اعلانات سے پہلے ہمارے اندر صرف چھوٹے چھوٹے زبانی جھگڑے اور بامعد گر الزامات تھے جو کبھی ایک قوم کو سر بلند نہیں کرسکتے -

اس سے بھی بڑھکر یہ کہ اگر ہم نے عدالتوں کا بائیکاٹ نہ کیا ہوتا تو ہمکو آج مولانا کے بیان جیسی گرانقدر چیز نہیں ملتی جو بجائے خود ایک بہترین سیاسی تعلیم ہے -

عدالتوں کے بائیکاٹ کا اثر صرف اسی چیز میں نہیں دیکھنا چاہیے کہ کتنے قانون پیشہ اصحاب نے پریکٹس چھوڑی؟ اصلی چیز دیکھنے کی یہ ہے کہ آج سے دو سال پہلے جو ہما ہمی اور رونق عدالت گاہوں کے اندر باہر نظر آتی تھی ' وہ کس طرح اب مفقود ہوگئی ہے؟ اب تو وہ صرف لین دین کرنے والوں اور قمار بازوں کی ایک کمین گاہ ہیں - نہ وہ قومی آزادی کا سر چشمہ ہیں ' نہ انفرادی آزادی کا - اس بات کا اندازہ کہ قوم کیسی تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے؟ صرف بہادر اور بے خوف دلوں کے جذبات دیکھنے ہی سے ہوسکتا ہے -

مولانا کے بیان کا روے سخن اگرچہ عدالت کی طرف ہے ' لیکن در اصل وہ ملک و ملت سے خطاب کر رہے ہیں - فی الحقیقت اُن کا بیان ایسا ہے گویا عمر بھر کیلیے سخت سے سخت سزاؤں کا مطالبہ کیا جا رہا ہے!

ایک سال قید با مشقت سزا کا فیصلہ سنکر مولانا نے کیا خوب کہا: " میں جس سزا کا متوقع تھا ' اُس سے تو یہ بہت ہی کم ہے"!

اب میں مولانا کے بیان کے چند حصے نقل کرتا ہوں ' تا کہ ناظرین خود اندازہ کرلیں "

(نـــوٹ)

اسکے بعد مولانا کے بیان کا انگریزی ترجمہ درج کیا گیا ہے - انگریزی ترجمہ کی نسبت مہاتما جی نے جو خیال ظاہر کیا ہے وہ صحیح ہے -

بلا شبہ ترجمہ میں اصل بیان کی بہت سی ادبی خوبیاں مفقود ہوگئیں - وہ زور بھی باقی نہ رہا جو اصل میں موجود ہے - لیکن ترجمہ کی مشکلات اور وقت کی کوتاہی پر بھی نظر رکھنی چاہیے - علی الخصوص ایک ایسے لٹریچر کیلیے جیسا نہ مولانا کا ہے - بہرحال اب مہاتما جی کے ارشاد کے مطابق انگریزی ترجمہ کی از سرنو نظر ثانی کردی گئی ہے - ایک مسلم انگریزی اِنشا پرداز بھی مشورہ میں شریک ہیں - اُمید ہے نہ پہلے سے زیادہ پر زور اور مکمل ہوگا - اگرچہ اصل کے محاسن اب بھی ترجمہ میں نظر نہیں آسکتے - اُردو ایڈیشن کی طرح وہ بھی رسالہ کی شکل میں چھپ رہا ہے - جن حضرات کو مطلوب ہو ' مرکزی خلافت کمیٹی بمبئی سے منگوالیں -

بسم اللہ الرحمن الرحیم
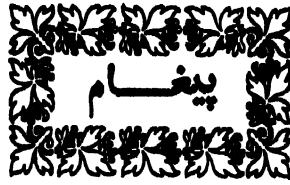
وقل الحمد للہ - سیریکم آیاتہ فتعرفونہا ' و ما ربک بغافل عما تعملون -

مباش غمزدہ عرفي کہ زلف و قامت یار

جزاء ھمت عالي ر دست کوتہ ماست !

آج ۸ - دسمبر ۱۹۲۱ - کي صبح ھے - کل شام کو مجھے قابل وثوق ذرائع سے اطلاع ملگئي ھے کہ گورنمنٹ بنگال نے ویسراے کے مشورہ کے بعد میري اور مسٹر سي - آر- داس کي گرفتاري کا فیصلہ کرلیا - میري نسبت گورنمنٹ کا ارادہ یہ ھے کہ اگر میں گیارہ تاریخ تک کلکتہ سے باھر نہ گیا تو مجھے گرفتار کرلیگي ' لیکن اگر میں بدایون کے جلسہ جمعیۃ العلماء کیلیے چلا گیا تو پھر گویا اسکے سر سے بلا ٹل جائیگي - صرف مسٹر داس گرفتار کرلیے جائینگے -

میرا وقت تمام تر بنگال سے باھر ھندوستان کے کاموں میں خرچ ھوتا رھا ھے - اِسوقت بھي میں تحریک کے نہایت اھم کاموں میں مشغول تھا ' اور ۲۵ - دسمبر تک کا پروگرام میرے سامنے تھا - لیکن اچانک بنگال میں گورنمنٹ کي نئي سرگرمي شروع ھوگئي ' اور اسکے بعد دوسرے صوبوں میں بھي اسکي تقلید کي گئي - میں کانگریس کي ورکنیگ کمیٹي کے جلسہ کي وجہ سے بمبئي میں تھا - مہاتما گاندھي جي سے میں نے مشورہ کیا - اُنھوں نے کہا کہ چند دنوں کیلیے کلکتہ چلاجانا ضروري ھے - چنانچہ یکم دسمبر کو میں کلکتہ پہونچا - میں نے دیکھا کہ گورنمنٹ نے آخري حد تک تشدد کا ارادہ کرلیا ھے ' اور کوئي ناجائز طریقہ ایسا نہیں ھے جو ۲۴ - کي ھڑتال روکنے کیلیے عمل میں نہ آرھا ھو - تاھم ملک کیلیے نہیں بلکہ تمام استقامت کے ساتھہ صبر و سکون پر قائم ھیں

(اولیـــن مبـارکبـــاد)

اگر میں گرفتار ہوگیا تو مہاتما گاندھی جی کو میرا یہ پیام پہونچا دیا جاے :

" میں آپکو آپکی فتح یابی پر سب سے پہلے مبارکباد دیتا ہوں ' اس مبارکبادی کیلیے آپ مجھے جلد باز نہ سمجھیں - میں اُس اٹل وقت کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھہ رہا ہوں ' اور چاہتا ہوں کہ اسکی مبارکباد دینے میں کوئی دوسرا مجھہ پر سبقت نہ کر جاے - آپکے ساتھہ انسانی رفاقت روز بروز گھٹ رہی ہے ' مگر خدا کی مدد بڑھتی جاتی ہے - بمبئی کے حادثہ نے آپکے دل کو بہت صدمہ پہنچایا - میں آپکو افسردہ اور غمگین دیکھکر نہایت درد مند ہوا تھا - لیکن اب کلکتہ اُٹھا ہے ' تاکہ غمگینی کی جگہہ خوشی اور کامیابی کا تحفہ آپکے سامنے پیش کرے - آپ نے ۲۵ - نومبر کی شام کو جب مجھہ سے کلکتہ کے بارے میں گفتگو کی ' تو میں نے آپکو اطمینان دلایا تھا - میں خوش ہوں کہ میرا اطمینان بالکل صحیح نکلا - کلکتہ میں میں پندرہ سال سے کام کر رہا ہوں - نصف صدی کی خاندانی زندگی رکھتا ہوں ' اسلیے میرا اطمینان علم و یقین پر مبنی تھا - گذشتہ تین سال کے اندر تحریک خلافت کے سب سے اہم کام کلکتہ ہی کے مسلمانوں نے انجام دیے ہیں - اب آخری منزل میں بھی پہلا قدم وہی اُٹھائیگا - اُسنے با امن قربانی کا راز پالیا ہے - وہ نہ تو بھڑکیگا ' نہ بجھیگا ' مگر اسکی آگ برابر سلگتی رہیگی - با امن سول ڈس اوبیڈینس کی منزل طے کرنا اسی کے حصہ میں آیا ہے ' اور وہ اس کا حقدار تھا "

(آخـــری پیغـــام)

میرا آخری پیغام وہی ہے جو اب سے دس برس پہلے پہلا پیغام تھا : لاتھنوا ولا تحزنوا و انتم الا علون ان کنتم مومنین - نہ نا اسان ہو' نہ غمگین ہو - تم ہی سب پر غالب رہوگے ' اگر سچا ایمان اپنے اندر پیدا کر لو -

ہماری تمام فتح مندیوں کی بنیاد چار سچائیوں پر ہے ' اور میں اسوقت بھی ملک کے ہر باشندے کو انہی کی دعوت دیتا ہوں :

(۱) ہندو مسلمانوں کا کامل اتفاق -

(۲) امن -

(۳) نظم -

(۴) قرباني اور اسکي استقامت -

مسلمانوں سے میں خاص طور پر التجا کرونگا کہ اپنے اسلامي شرف کو یاد رکھیں، اور آزمایش کي اس فیصلہ کن گھڑي میں اپنے تمام هندوستاني بھائیوں سے آگے نکل جائیں - اگر وہ پیچھے رهے ، تو انکا وجود چالیس کروڑ مسلمانان عالم کیلیے شرم و ذلت کا ایک دائمي دهبہ هوگا -

میں مسلمانوں سے خاص طور پر دو باتیں اور بھي کہونگا - ایک یہ کہ اپنے هندو بھائیوں کے ساتھہ پوري طرح متفق رهیں - اگر انمیں سے کسي ایک بھائي یا کسي ایک جماعت سے کوئي بات نادانی کي بھي هو جاے تو اسے بخشدیں، اور اپني جانب سے کوئي بات ایسي نہ کریں ، جس سے اس مبارک اتفاق کو صدمہ پہنچے - دوسري بات یہ هے کہ مہاتما گاندھي جي پر پوري طرح اعتماد رکھیں، اور جب تک وہ کوئي ایسي بات نہ چاهیں (اور وہ کبھي نہ چاهینگے) جو اسلام کے خلاف هو، اسوقت تک پوري سچائي اور مضبوطي کے ساتھہ انکے مشوروں پر کاربند رهیں -

(مرکزي خلافت کمیٹي)

مرکزي خلافت کمیٹي کے کاموں کي طرف سے میں مطمئن هوں - اسکے باهمت اور سرگرم صدر سیٹھہ چھوٹاني صاحب کي موجودگي هر طرح کفایت کرتي هے - میرے عزیز ڈاکٹر سید محمود سکریٹري منتخب هوچکے هیں، اور نہایت سرگرمي سے کام کررهے هیں - انکي اعانت کیلیے مسٹر احمد صدیق کھتري پیشتر سے موجود هیں - مجھے امید هے کہ دفتر کے تمام اخوان و ارکان اُن باتوں کو فراموش نہ کرینگے جو گذشتہ قیام بمبئي کے موقعہ پر میں نے اُنسے کہي تھیں - اُنکي متحدہ زندگي اور سعي هماري عدم موجودگي کي پوري طرح تلافي کردیگي -

(حکیم محمد اجمل خاں صاحب)

حکیم صاحب کو میرا پیام پہنچا دیا جاے ، کہ اب آپکي دوش همت پر

صرف آپ ھي کے فرائض کا نہیں بلکہ ھم سب کا بوجھہ آ پڑا ھے - حکمت الھي کا منشا ایسا معلوم ھوتا ھے کہ باھر کے تمام کام آخر تک آپ ھي انجام دیں - بہتر یہ ھے کہ اب آپ بمبئي تشریف لیجائیں اور دھلي کي فکر چھوڑ دیں -

(انگورہ فنڈ)

افسوس ھے کہ انگورہ فنڈ کي مزید تکمیل کا صحیح موقعہ نہیں ملا - غالباً اسوقت تک دس لاکھہ روپیہ فراھم ھوگیا ھے - پہلے آخر دسمبر تک کا زمانہ قرار پایا تھا - اب بہتر ھوگا کہ ایک ماہ کي مدت اور بڑھا دي جاے' اور جنوري کے آخر تک فراھمي کا سلسلہ جاري رھے -

میرا ارادہ تھا کہ دسمبر کے وسط میں ایک خاص تاریخ عام وصولي کیلیے قرار دي جاے' اور جسطرح مردم شماري کے وقت انتظام ھوتا ھے' اسي طرح ھر جگہ انتظام کیا جاے - پہلے سے اعلان کردیا جاے کہ فلاں وقت چندہ کرنے والے نکلینگے ھر شخص حتی الامکان اپنے مکان میں رھے - پھر وصول کرنے والے تمام شہر میں پھیل جائیں اور ھر مسلمان کے آگے دست سوال دراز کریں - کم از کم ایک مرتبہ تو ایسا ھوجانا چاھیے کہ ھندوستان کا ھر مسلمان حفاظت اسلام و خلافت کے لیے کچھہ نہ کچھہ مالي قرباني کردے ؟

لیکن کلکتہ پہنچکر جب ملک کي عام حالت پر نظر ڈالي تو یہ وقت اسکے لیے موزوں معلوم نہ ھوا - میں چاھتا ھوں کہ احمد آباد خلافت کانفرنس میں اسکا اعلان ھوجاے' اور جنوري کے پہلے ھفتہ کي کوئي تاریخ مقرر کردي جاے -

(جمعیۃ العلماء)

کا وجود اسوقت سب سے زیادہ اھم اور سب سے زیادہ ذمہ دار ھے - وہ علماء کا مجمع ھے' اور علماء کے سوا کوئي نہیں جسے مسلمانوں کي دیني و دنیوي رھنمائي و پیشوائي کا منصب حاصل ھو - جمعیۃ کے سامنے اسوقت ایک نہایت اھم اسلامي مسئلہ تھا - اللہ تعالی تمام ارکان جمعیۃ کو توفیق دے کہ اجتماع بدایوں میں کامل اتفاق و اجماع کے ساتھہ کسي بہتر فیصلہ پر پہنچیں - سردست میں ارکان جمعیۃ سے بہ ادب عرض کرونگا :-

(۱) آپ سب کا باهمي اتحاد هر حال میں ضروري اور تمام مقاصد کیلیے بنیاد کار ہے -

(۲) هندو مسلمانوں کے اتفاق کي ضرورت و اهمیت اور شرعي استحسان آپکي نظر سے پوشیدہ نہیں - اسکي پوري طرح حفاظت کرني چاهیے' اور اسکي حفاظت آپ هي کے هاتهه میں ہے -

(۳) احمد آباد کانگریس میں تمام علماء اسلام کو اور خاصة ارکان جمعیة کو ضرور شریک هونا چاهیے ' اور جمعیة العلماء کي جانب سے اسکا اهتمام کرنا چاهیے -

(۴) لاهور میں ارکان عامه کي جو تجویز منظور هوئی ہے ' اسپر فوراً عمل در آمد شروع هو جاے' اور جهانتک جلد ممکن هو مجوزہ تعداد ممبروں کي بهم پہنچائي جاے -

(گـــورنمنٹ بنـــگال)

آخر میں مجهے گورنمنٹ بنگال کیلیے بهي ایک پیغام لکهنا ہے : " ۲۴ - کي هڑتال ضرور هوگي ' اور خلافت اور کانگریس رضاکاروں کا سلسله هماري گرفتاري کے بعد دوگنی طاقت کے ساتهه جاري رهیگا "

عـــزیـــزان ملـــک و ملت !

میں چار سال نظربند رهنے کے بعد دسمبر سنہ ۱۹۱۹ع میں رها هوا ' اور دو سال کے بعد اب پهر جیل جا رها هوں - الله آپ سب کا مددگار هو' اور راہ خدمت حق میں مستقیم رکهے : و افوض امري الی الله ' ان الله بصیر بالعباد !

۸ - دسمبر - کلکته

احمد

گـــرفتـــاري

—○•○—

۱۰ - دسمبر سنہ ۲۲ - جمعہ

—*□•□*—

شہپر زاغ و زغن زیبائے صیـد و بنـد نیست
این کرامت همرہ شہباز و شاهین کـردہ اند !

—*:*[:*:]*:*—

۲ - دسمبر سے مولانا اور مسٹر سي - آر - داس کي گرفتاري کي افواہ گرم تھي - لیکن ۷ - کو قابل وثوق ذرائع سے اسکي تصدیق ہوگئي - تاہم ۱۰ - تـک گرفتاري عمل میں نہیں آئي - ۸ - اور ۹ - کو صرف یہ نظر آیا کہ بڑي کاوش کے ساتھہ دریافت کیا جا رہا ہے کہ مولانا بدایوں کے جلسۂ جمعیۃ العلماء کیلیے جا رہے ہیں یا نہیں ؟ اگرچہ کئي دن پیشتر سے اسکا اعلان ہوچکا تھا کہ اب وہ کلکتہ سے باہر نہ جائینگے اور سفر کا پورا پروگرام منسوخ کردیا گیا ہے - حتی کہ بعض درمیاني اشخاص سے بھي اُنھوں نے زباني صاف صاف کہدیا تھا - تاہم معلوم ہوتا ہے کہ آخر تـک اُنکے سفر کي توقع باقي تھي ' اسلیے تفتیش جاري رہي -

بدایوں کا جلسہ ۱۰ - ۱۱ - تاریخ کو تھا - اُسکے لیے کلکتہ سے روانگي کي آخري تاریخ ۸ - تھي - یا حد درجہ ۹ - پس گویا ۹ - کي شام تـک اُسکا انتظار کیا گیا -

اس اثناء میں رضا کاروںکي تنظیم اور تبلیغ کا کام روز بروز ترقي کرتا جاتا تھا - روزانہ گرفتاریوں کي تعداد بھي روز افزوں تھي - ۱۰ - کي صبح تـک ایک ہزار سے زیادہ رضا کار گرفتار ہوچکے تھے -

۹ - کو مولانا اور مسٹر داس نے آئندہ کام کے نظام کي نسبت از سرنو مشورہ کیا ' اور یہ بات بھي طے کردي گئي کہ اگر وہ دونوں بہ یک دفعہ گرفتار کرلیے گئے ' تو مسٹر شیام سندر چکرورتي اُنکي جگہہ کام کرینگے - وہ بھي گرفتار ہوگئے تو یکے بعد دیگرے فلاں فلاں اصحاب کام ہاتھہ میں لیتے رہینگے -

۱۰ - کو ساڑھے چار بجے مسٹر گولڈنی ڈپٹی کمشنر اسپیشل برانچ ایک یوروپین انسپکٹر پولیس کے همراہ آئے ' اور مولانا کو دریافت کیا - مولانا اوپر کی منزل میں اپنے نوشت و خواند کے کمرے میں تھے ' اور مسٹر فضل الدین احمد کو خطوط کا جواب لکھوا رہے تھے - انھوں نے مسٹر گولڈنی کو وهیں بلوالیا - مسٹر گولڈنی نے سلام کے بعد کہا - کیا وہ انکے همراہ چلینگے ؟ وہ انهیں لینے کیلیے آئے هیں - مسٹر احمد نے پوچھا - کیا آپکے همراہ وارنٹ ہے ؟ جواب میں انکار کیا گیا - مگر مولانا نے کہا وہ بلا وارنٹ کے بھی جانے کیلیے مستعد هیں - اسکے بعد وہ اندر مکان میں گئے اور پانچ چھہ منٹ کے بعد واپس آکر جانے کیلیے مستعدی ظاهر کی - انسپکٹر نے کہا - اسقدر جلدی نہ کیجیے - اگر کوئی چیز اپنے آرام کیلیے ساتھہ لینا چاهتے هیں تو لے لیجیے - لیکن انھوں نے صرف ایک گرم چادر اوڑھہ لی - اور کوئی چیز ساتھہ نہ لی -

جاتے وقت انھوں نے صرف یہ کہا : " کلکتہ اور باهر کے تمام احباب اور قومی کارکنوں کو میرا پیام پہنچا دیا جاے کہ تمام لوگ اپنے اپنے کاموں میں پوری مستعدی کے ساتھہ مشغول رهیں - مجھسے ملنے کیلیے کوئی شخص نہ آئے : نہ اپنی جگہہ اور اپنے کام کو چھوڑے - گرفتاریوں کو ایک معمولی اور متوقع واقعہ کی طرح محسوس کرنا چاهیے - کسی طرح کی خلاف معمول اهمیت نہیں دینی چاهیے - مجھے بڑا هی رنج هوگا اگر کسی ' کارکن نے میری ملاقات کیلیے اپنا ایک گھنٹہ بھی ضائع کیا "

اسکے بعد وہ روانہ هوگئے - مسٹر گولڈنی موٹر کار تک ساتھہ گئے جو مکان سے کسی قدر فاصلے پر کھڑی کی گئی تھی - لیکن مولانا کے ساتھہ صرف انسپکٹر بیٹھا : وہ خود دوسری کار پر چلے گئے -

اس طرح زیادہ سے زیادہ دس منٹ کے اندر کامل سکون اور خاموشی کے ساتھہ یہ معاملہ انجام پا گیا - کسی شخص نے بھی محسوس نہیں کیا کہ کوئی نئی بات پیش آئی ہے - ایسا معلوم هوتا تھا - گویا روز مرہ کا ایک معمولی واقعہ ہے جس میں دونوں فریق کیلیے کوئی خلاف توقع بات نہ تھی - جو لوگ آے ' وہ بھی

بالکل سنجیدہ اور معمولي انداز میں تھے ' اور جو گیا ' وہ بھي اپني معمولي متین اور شگفتہ حالت میں تھا - دفتر کے تمام لوگوں کو تو ایسا معلوم ہوا ' گویا وہ اپنے روزانہ معمول کے مطابق کانگرس آفس میں جا رہے ہیں !

ٹھیک اُسي وقت مسٹر کڈ ڈپٹي کمشنر پولیس مع دو تین بنگالي انسپکٹروں کے مسٹر سي - آر - داس کے یہاں گئے - اور اُنہیں اپنے ساتھہ لے آئے -

جو سادہ طریقہ گرفتاري کیلیے اختیار کیا گیا ' وہ بالکل نیا ہے - اس سے پہلے کبھي یہ روش اختیار نہیں کي گئي تھي - کوئي گرفتاري بھي ہمیں یاد نہیں جو بغیر پولیس اور فوج کي نمائش کے عمل میں آئي ہو - خود مولانا کو سنہ ۱۹۱۶ میں جب نظر بند کیا گیا ' تو رات کي پچھلي پہر کا محفوظ وقت اسکے لیے منتخب کیا گیا تھا ' اور ایک فوجي حملہ کي شان سے قوت کي نمائش ہوئي تھي - تین بجے پولیس افسروں اور سپاہیوں کي مسلح جماعت ڈپٹي کمشنر کے ماتحت پہنچي - جسمیں علاوہ سپرنٹنڈنٹ سي - آئي - ڈي کے ' سپرنٹنڈنٹ پولیس ' ڈپٹي سپرنٹنڈنٹ ' دو انسپکٹر اور پانچ سب انسپکٹر بھي تھے - اور سب انسپکٹروں کے سوا سب کے ہاتھوں میں ریوالور تھے - سپاہیوں نے پہلے دور تک سڑک کي ناکہ بندي کي ' پھر مکان کا محاصرہ کرلیا - اسکے بعد دروازہ پر دستک دي گئي - برخلاف اسکے اس مرتبہ معمولي انتظام بھي نہیں کیا گیا - صرف دو آدمي بلا یونی فارم کے معمولي ملاقاتیوں کي طرح آگئے ' اور چپ چاپ اپنے ساتھہ لیگئے - پولیس کي وردي اور فوج کے اسلحہ کا نام و نشان بھي نہ تھا -

مولانا جس مکان میں رہتے ہیں ' وہ علاقہ کے تھانے سے بالکل ملا ہوا ہے - صرف دیوار بیچ میں حائل ہے - لیکن تھانے میں بھی کوئی طیاري نمایاں نہیں کی گئی -

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب گورنمنٹ نے کم از کم دو باتیں ضرور سمجھہ لی ہیں جنکے سمجھنے سے اب تک اُسے انکار تھا - اول یہ کہ ملک کے لیڈر جب کہتے ہیں کہ گرفتار ہو جانے کیلیے بالکل طیار ہیں ' تو یہ کوئي ڈپلومیسی نہیں

ھے بلکہ واقعی انکے دل کی سچی آواز ھے - پس اُنکو گرفتار کرنے کیلیے کسی اھتمام کی ضرورت نہیں - صرف اطلاع دیدینا ھی کافی ھے - دوسرے یہ کہ ایسے موقعوں پر طاقت کی نمائش ھی سے گرفتاري کا کام مشکل ھوجاتا ھے - غیر معمولی اھتمام اور پولیس کا ھجوم دیکھکر فوراً پبلک معلوم کرلیتی ھے کہ گرفتاري کیلیے لوگ آئے ھیں ' اور پھر اچانک عوام میں بھی جوش اور سرگرمي پیدا ھوجاتی ھے - اگر ایسا نہ کیا جاے تو گرفتاري کا بر وقت کسی کو بھی علم نہو' اور نہایت آسانی اور تیزي سے کام انجام پا جاے -

چنانچہ مولانا کی گرفتاري کا واقعہ خود اطراف و جوانب کے لوگوں کو بھی اُسوقت معلوم ھوا' جب شہر میں اسکا اعلان کیا گیا - جاتے وقت بہت سے لوگوں نے اُنہیں موٹر کار میں ایک یوروپین کے ساتھہ بیٹھے دیکھا ' لیکن کسی کو بھی یہ خیال نہ ھوا کہ وہ جیل میں جا رھے ھیں - جب وہ موٹر کار میں سوار ھو رھے تھے تو حسب معمول کچھہ دوکاندار اور کچھہ راھگیر سلام کرنے کیلیے جمع ھوگئے' جیسا کہ وہ ھر روز آتے اور جاتے کیا کرتے تھے ' لیکن اُنھوں نے بھی کوئی غیر معمولی بات محسوس نہیں کي - فی الحقیقت یہ طریقہ فریقین کیلیے ھر طرح آرام دہ اور بہتر ھے - کاش گورنمنٹ ابتدا سے اسي پر عمل در آمد کرتي تو بہت سی دقتیں اور پریشانیاں نہ اُسے پیش آتیں ' نہ ملک کو -

مولانا کو پہلے پولیس کمشنر کے آفس میں پہنچایا گیا - تقریباً بیس منٹ وھاں بیٹھے ھونگے کہ مسٹر سي - آر - داس بھی وھیں پہنچا دیے گئے - پھر ایک موٹر کار لائی گئی ' اُسمیں دونوں سوار ھوے - ایک یوروپین پولیس افیسر موٹر ڈرائیور کے ساتھہ بیٹھہ گیا - اور موٹر پریسیڈنسی جیل (علی پور) کی طرف روانہ ھوگئی - موٹر کار اُسوقت بھي بالکل کھلي تھي - پریسیڈنسي جیل میں پیشتر سے اطلاع دیدي گئي تھي اور تمام انتظامات مکمل تھے - پولیس افیسر نے دونوں صاحبوں کو جیلر سے ملایا ' اور اُسکے حوالے کرکے واپس چلا آیا -

مولانا نے جیل کے آفس میں مغرب کی نماز پڑھی - نماز کے بعد سپرنٹنڈنٹ سے اُنہیں ملایا گیا - یہ در اصل سپرنٹنڈنٹ کے سامنے قیدیوں کو حسب قاعدہ پیش کرنا تھا - سپرنٹنڈنٹ نے کہا - میں نے کھانے کیلیے حکم دیدیا ہے - نہیں معلوم اس حکم کا مقصد کیا تھا ؟ کیونکہ اُسکا کوئی نتیجہ ظہور میں نہیں آیا - اگر مقصد یہ تھا کہ تمہارے مکان سے کھانا طلب کرلینے کا حکم دیدیا ہے تو باوجودیکہ دونوں صاحبوں کے یہاں ٹیلیفون ہے' لیکن کوئی اطلاع اُنکے یہاں نہیں دی گئی - اگر مقصود جیل کے کھانے سے تھا تو جس وارڈ میں وہ رکھے گئے' وہاں کوئی انتظام کھانے کا نہ تھا -

اسکے بعد وہ یورروپین وارڈ میں پہنچادیے گئے' جہاں الگ الگ کمروں میں فوراً مقفل کردیا گیا - کمروں پر گورکھا سپاہیوں کا پہرہ تھا -

یہ وارڈ جیل کا بہتر حصہ سمجھا جاتا ہے - اور یہاں صرف اندر ٹرایل یورروپین قیدی رکھے جاتے ہیں - یہ دو منزلہ عمارت ہے - اُوپر نیچے پانچ پانچ کمرے ہیں - ہر کمرہ دس فیٹ طول و عرض کا ہوگا - ہر کمرہ میں ایک صراحی' تام چینی کا کٹورا ' اسٹول ' اور ایک ٹیبل ہوتا ہے - سونے کیلیے ٹاٹ کی گدیلی اور دو کالے کمل ہوتے ہیں' جو جیل میں مستعمل ہیں - تکیہ کی جگہہ ٹاٹ کی ایک پتلی اور چھوٹی سی گدیلی سرہانے لگی ہوتی ہے -

مولانا نے بعد کو بیان کیا " ہم لوگ تقریباً سات بجے اپنے اپنے کمروں میں بند کیے گئے - ساڑھے سات بجے میں نے دروازہ کی سلاخوں سے آسمان کو دیکھا تو عشاء کا وقت اچھی طرح آچکا تھا - میں نے عشاء کی نماز پڑھی - دو چار گھونٹ پانی کے پیے اور لیٹ گیا - دو سال کے بعد یہ پہلا موقعہ ہے کہ مجھے اسقدر جلد اور ایسی گہری نیند آگئی - برسوں سے میری نیند بہت کمزور ہوگئی ہے - آجکل یہ حال تھا کہ گیارہ بارہ بجے لیٹتا تھا - ایک دو گھنٹے کے تکلیف دہ انتظار کے بعد کہیں نیند آتی تھی - وہ بھی اسقدر کمزور کہ ذرا سی کھڑکھڑاہٹ خلل ڈالدیتی تھی - لیکن اُس رات ساڑھے آٹھہ بجے لیٹا ' اور لیٹتے ہی سوگیا - تین بجے

سے پہلے آنکھہ نہ کھلي - سنتري کے فوجي بوٹوں کي آواز سیمنٹ کے برامدے میں بڑے زور سے هورهي تهي - لیکن میري نیند میں ذرا بھي خلل نہ پڑا "

" یہ اطمینان اور بے فکري صرف اسلیے نہ تھي کہ جیل میں آگیا ' بلکہ اسلیے تھي کہ کاموں کي تکمیل کیلیے مجھے اپني گرفتاري کے ضروري هونے کا کامل یقین تھا - گرفتار هونے کے بعد ایسا محسوس هونے لگا 'گویا ایک بڑے پریشان کن بوجھہ سے دماغ هلکا هوگیا ہے ! "

پہلے اسي وارڈ میں مولوي عبد الرزاق ایڈیٹر پیغام ' بابو پدم راج جین ' مسٹر داس کے لڑکے ' اور کئي پولیٹکل قیدي رکھے گئے تھے' لیکن جب یہ دونوں صاحب یہاں لائے گئے تو دوسرے دن صبح هي سب کو دوسرے وارڈ میں بھیجدیا گیا -

صبح کو کرنیل هملٹن سپرنٹنڈنٹ اور جیلر وارڈ میں آے - کرنیل هملٹن اپني ذات سے ایک شریف سویلین هیں - معلوم هوتا تھا کہ حالات کي نوعیت سے وہ متاثر هیں' اور ایک طرح کي شرمندگي محسوس کررہے هیں - اگرچہ یہ بات بالکل واضح تھي مگر پھربھي وہ بار بار کہتے " مجھے اس معاملہ سے کوئي تعلق نہیں - میں صرف احکام کي تعمیل کررہا هوں - هم لوگوں کو جیل میں آپ جیسے لوگوں سے کبھي سابقہ نہیں پڑا - میں پریشان هوں کہ کیا کروں ؟ - آپ کو مجھسے کوئي شکایت نہیں هوني چاهیے "

جواب میں انسے کہا گیا کہ " درخواست ' خواهش ' شکایت ' ان جذبات سے همارے دل بالکل خالي هوچکے هیں "

سپرنٹنڈنٹ نے یہ بھي کہا کہ میں صرف یہي ایک صورت اپنے اطمینان کي دیکھتا هوں کہ آپکو اپني جگهہ دیدوں اور خود آپکے ان کمروں میں چلا آؤں - مسٹر داس نے کہا " لیکن اگر میں سپرنٹنڈنٹ بنادیا گیا تو فوراً استعفا دیدونگا "

معلوم هوا کہ انکے متعلق حکام جیل بلا چیف سکریٹري گورنمنٹ بنگال کے استصواب کے خود کچھہ نہیں کرسکتے - یہ حکم آچکا ہے کہ ان لوگوں کو کسي شخص سے ملنے نہ دیا جاے: حتی کہ عزیز و اقارب سے بھی - اخبارات کے دیکھنے کي بھي قطعي

ممانعت هے - یورروپین وارڈ کو " انگلشمین " دیا جاتا هے لیکن انکے لیے وہ بهي ممنوع قرار پایا کیونکه باهر کي خبریں اُس میں بهي درج هوتي هیں - صرف بستر اور کهانا لے لیا گیا - اور سپرنٹنڈنٹ نے تهوڑي دیر کے بعد اپنے آفس سے دو کرسیاں بهیجدیں -

(" لا " اینڈ " آرڈر ")

" لا اینڈ آرڈر " کي جیسي پابندي آجکل کي جا رهي هے ' وہ هرجگه دیکهي جا سکتي هے - انکے معامله میں بهي ابتدا سے اسکي نمایش شروع هوگئي - گرفتاري جمعه کے دن سه پہر کو هوئي - اُس دن کورٹ بند نه تها - وارنٹ لیا جاسکتا تها لیکن کوئي وارنٹ حاصل نهیں کیا گیا - گرفتاري کے بعد حسب قاعدہ مجسٹریٹ کے سامنے پیش کرنا چاهیے ' اور جب تک پیش نه هوں ' پولیس کے چارج میں رهنا چاهیے نه که جیل میں - لیکن انهیں فوراً جیل میں بهیجدیا گیا - جیل میں ظاهر کیا گیا که آپ لوگ اسوقت تک گویا جیل میں نهیں هیں - پولیس کے چارج میں هیں -

لیکن بهر حال مجسٹریٹ کے سامنے پیش کرنا ناگزیر تها - پیش کرنے کیلیے کورٹ میں لیجانا پڑتا اور اسمیں پبلک کے مظاهرہ کا خدشه تها - مجبوراً یه تدبیر اختیار کي گئي که چوتهے دن مسٹر کڈ ڈپٹي کمشنر پولیس کو بهیجا گیا - اور کها گیا که: اسکي موجودگي مجسٹریٹ کي قائم مقامي کا حکم رکهتي هے - خیال یه تها که نوان کو اپریشن کي وجه سے کسي طرح کا قانوني اعتراض تو کیا نهیں جائیگا - مجسٹریٹ کے سامنے پیش کرنے اور مقدمه کي تاریخ مقرر کرنے کي مشکل سے نجات مل جائیگي ' لیکن مسٹر داس نے مذاق کرتے هوے کهدیا که " شاید میرے پریکٹس چهوڑنے کے بعد سے قانون بدل گیا هے " اس سے ایک گونه پریشاني هوئي اور خوف پیدا هوا که کهیں کارروائي بالکل بے ضابطه مشهور نه هو جاے - اسلیے مجبوراً تین بجے مسٹر اے - زیڈ - خاں فورتهه پریسیڈنسي مجسٹریٹ کو ایک پیشکار کے ساتهه جیل میں بهیجدیا گیا اور زیر دفعه ۱۷ - ۲ - کرمینل لا امنڈمنٹ ایکٹ وارنٹ ' بهي طیار کرلیے گئے -

پہلـــي پيشـــي

(١٣ - دسمبر)

یہ گویا پہلي پیشي تھي - ملزموں کو عدالت کے سامنے نہ جانا پڑا - خود عدالت ملزموں کے دروازے پر آ گئي ! انکے کمروں کے سامنے جو برامدا ھے ، اُسي میں وارڈر (محافظ وارڈ) کا ٹوٹا ھوا میز بچھایا گیا - اُسي کي ٹوٹي ھوئي کرسي مجسٹریٹ کیلیے رکھي گئي - سامنے ملزموں کیلیے اِسٹول تھے - اس ساز و سامان کے ساتھہ عدالت کا اجلاس شروع ھوا -

لیکن کارروائي نہایت ھي مختصر تھی - اور مجسٹریٹ صاحب کي مضطربانہ عجلت اور زیادہ اختصار کا باعث ھوئی - انہوں نے کہا " دفعہ ١٧ ‌ کے ماتحت آپ لوگ گرفتار کیے گئے ھیں - مقدمہ کی تاریخ ٢٣ - دسمبر قرار دي جاتی ھے " یہ کہکر جلدي سے انہوں نے وارنٹ پر مہر لگانے کیلیے کہا اور اُٹھنے لگے - لیکن بیچارہ پیشکار زیادہ ھوشمند ثابت ھوا - اُس نے کہا کہ ضمانت کیلیے تو حسب قاعدہ پوچھہ لیجیے - مجسٹریٹ صاحب کو بھی یاد آ گیا کہ واقعی ملزموں کو ضمانت دینے کا بھي حق ھوا کرتا ھے - لیکن اُنہوں نے کہا " یہ حضرات ضمانت نہیں دینگے اسلیے میں نے پوچھنا ضروري نہیں سمجھا "

آخر میں مسٹر خان نے معذرت کے لہجہ میں کہا کہ وہ اس بارے میں کچھہ نہیں جانتے اُنسے یہاں آنے کیلیے کہا گیا ، وہ چلے آئے -

٢٣ - تاریخ کے تعین میں یہ مصلحت تھي کہ ٢٤- سے کرسمس کي تعطیل تھي - ٢٣ - کو جب مقدمہ ملتوي کردیا جائیگا تو تعطیل کی وجہ سے ایک ھفتہ خود بخود مہلت نکل آئیگی -

دوسری پیشی

—* ✻ *—

(۲۳ - دسمبر)

۲۳ - کو چار بجے پھر مسٹر اے - زید - خاں بھیجے گئے - لیکن اس مرتبہ سپرنٹنڈنٹ کے آفس میں عدالت کا اجلاس ہوا - میز کے سامنے ملزموں کیلیے بھي کرسیاں رکھدي گئی تھیں ' لیکن کارروائی کے اختصار کی وجہ سے بیٹھنے کی ضرورت هي نہیں هوئی - کارروائی صرف اسقدر هوئی که مقدمه ۵ - جنوري پر ملتوي کردیا گیا ' مجسٹریٹ نے اپني لاعلمی اور بے تعلقی کا بار بار اظہار کیا -

(۵ - جنوري)

۵ - جنوري کی پیشی کی کارروائی یه هے که کوئی کارروائی نه هوئی - دس بجے مسٹر سی - آر - داس کو پریسیڈنسی کورٹ جانے کیلیے طلب کیا گیا ' لیکن مولانا کی طلبی نہیں هوئی -

بعد کو معلوم هوا که گو ابتدا میں مسٹر داس اور اُنکي پیشي کیلیے ایک هي تاریخ قرار دیدي گئي تھي ' لیکن پھر کسي مصلحت سے مولانا کا مقدمه ایک دن پیچھے ڈالدیا گیا - عدالت کے قوانین کي رو سے ضروري تھا که یه التوا بھی عدالت کے حکم و تصدیق سے هوتا - یعنی مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا جاتا اور پھر کارروائی دوسرے دن کیلیے ملتوي کردي جاتی ' لیکن موجوده عهد قانون و نظم (لا اینڈ آرڈ) میں ان پابندیوں کے درد سر سے بھی عدالتوں کو نجات ملگئی هے - نه نوان کو اپریٹر ڈیفنس کرینگے ' نه بچنا چاهینگے - پھر قواعد وضوابط کی پابندي سے کیا حاصل -

۶ - کی کارروائی سے معلوم هوگا که گورنمنٹ نے دفعه ۱۷ - ۲ - کریمنل لا امنڈمنٹ ایکٹ واپس لے لیا اور کارروائی از سرنو دفعه ۱۲۴ - الف پینل کوڈ کے ماتحت شروع هوئي - گرفتاري کے بعد جو وارنٹ حاصل کیا گیا تھا ' وه دفعه

۱۷ - ۲ - کا تھا - اسلیے ۱۲۴ - کا مقدمہ شروع نہیں ہوسکتا تھا جبتک از سرنو ۱۲۴ - کے ماتحت وارنٹ سرو نہ کیا جاے ' اور اسکی گرفتاري کا نفاذ نہو - لیکن پچھلے لطیفہ سے بھی بڑھکر لطیفہ یہ ہے کہ ۱۲۴ - الف کے ماتحت کوئی ضابطہ کی کارروائی عمل میں نہیں آئی - نہ تو اُسکا وارنٹ سرو کیا گیا ' نہ ضابطہ کی گرفتاري ھي کا نفاذ ھوا - تاھم ۶ - کو مسٹر گولڈی ڈپٹی کمشنر سی - آئی - ڈی نے اپنے حلفیہ بیان میں کہا کہ " اُس نے پریسیڈنسی جیل میں وارنٹ سرو کیا " مولانا اپنے بیان میں لکھتے ھیں " یہ معاملہ بے قاعدگي اور کذب بیانی ' دونوں کا انتہائی نمونہ ہے - ۶ - تاریخ تک تو مجھے اسکا بھی علم نہ تھا کہ ۱۲۴ - کے ماتحت دعوی کیا جائیگا ؟ وارنٹ کے نفاذ سے کیا تعلق ؟ نہ تو جیل میں کوئی شخص اس غرض سے آیا - نہ مجھپر وارنٹ سرو کیا گیا "

پس گویا ۵ - جنوري سے مولانا از روے قانون بالکل آزاد تھے اُنکی گرفتاري شام کے بعد کوئی وجود نہیں رکھتي تھی - اگر وہ جیل کے افسروں پر ھرجانے کي نالش کردیں کہ کیوں اُنہیں ۵ - کے بعد جیل میں مقید رکھا گیا ؟ تو وہ کیا جواب دینگے ؟ البتہ یہ سب کچھہ اُسي صورت میں ہے جبکہ " از روے قانون " کے کوئي معني ھوں - لیکن در اصل اسي کے کوئي معنے نہیں ھیں !

غرضکہ بجاے ۵ - کے ۶ - جنوري کو ساڑھے گیارہ بجے مولانا پریسیڈنسي کورٹ میں لاے گئے اور اسي پیشي سے کارروائي شروع ھوئي - مولانا جیل کي بند موٹرلاري میں لاے گئے تھے - مسلح فوجي پولیس کا کپتان محافظ تھا -

تیسری پیشی

(۶ - جنوری کی کارروائی)

۶ - تاریخ کو ساڑھے بارہ بجے مولانا کا مقدمہ مسٹر سوینہو چیف پریسیڈنسی مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش ہوا -

کارروائی شروع ہونیسے پیشتر ہی عدالت کا کمرہ مشتاقان زیارت سے پر ہوچکا تھا ' جس میں ہر قوم کے اشخاص مسلمان ' ہندو ' مارواڑی وغیرہ موجود تھے -

احاطہ عدالت اور سڑک پر بھی ایک جم غفیر موجود تھا ' اور لوگ جوق جوق چلے آرہے تھے -

جسوقت مولانا کٹھرے میں لاے گئے ' تمام حاضرین مع وکلاء تعظیم کیلیے سر و قد کھڑے ہوگئے -

مولانا نے سب کے سلام کا جواب نہایت ہی خندہ پیشانی کے ساتھہ دیا - اسکے بعد مولانا کٹھرے میں اس انداز سے کھڑے ہوے کہ آپ کا ایک ہاتھہ کٹھرے پر تھا ' اور ہتیلی پر سر تھا - چہرہ پر ایک خفیف سی مسکراہٹ تھی - اور نہایت ہی بے پروائی کے ساتھہ اپنے اِرد گرد کا تماشہ دیکھہ رہے تھے -

کارروائی شروع کرتے ہوے راے بہادر تارک ناتھہ سادھو سرکاری وکیل نے بیان کیا :

" مولانا ابو الکلام آزاد کے خلاف دو مقدمے ہیں - ایک دفعہ ۱۷ - ۲ ترمیم ضابطہ فوجداری کے ماتحت - دوسرا زیر دفعہ ۱۲۴ - الف تعزیرات ہند (بغاوت) چونکہ موخر الزکر جرم نہایت ہی سنگین ہے ' لہذا میں انکے خلاف قانون ترمیم شدہ ضابطہ فوجداری کے ماتحت کوئی کارروائی کرنا نہیں چاہتا - اور اپنے اس دعوی کو واپس لیتا ہوں ' مولانا اس دفعہ کے ماتحت آزاد ہیں - "

مجسٹریٹ : (مولانا کو مخاطب کرکے) " آپ رہا کردیے گئے " -

کورٹ انسپکٹر نے مجسٹریٹ کو بتایا کہ مولانا انگریزی نہیں سمجھتے -

مولانا ـــ " میں کچھہ نہیں سمجھتا اور مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں "

لیکن مجسٹریٹ نے ایک اُردو مترجم کو بلوایا - بابو بی - سی - چٹرجی کے سپرد یہ خدمت ہوئی - سرکاری وکیل نے اپنے بیان کو جاری رکھتے ہوے کہا :

" ملزم کے خلاف موجودہ مقدمہ زیر دفعہ ۱۲۴ - الف تعزیرات ہند ہے - یہ انکی اُن دو تقریروںکی بنا پر ہے ' جو انہوں نے پہلی اور ۱۵ جولائی سنہ ۱۹۲۱ کو مرزا پور پارک کلکتہ میں کی تھیں - پہلے جلسہ کا مقصد تین اشخاص : حکیم سعید الرحمن ' جگدمبا پرشاد ' اور اجودھیا پرشاد کی گرفتاری کے خلاف صداے احتجاج بلند کرنا تھا - اسکے بعد ۱۵ - جولائی کو ملزم نے اسی جگہہ ایک دوسری تقریر کی - اسمیں مذکورۂ بالا اشخاص کی سزا یابی پر صداے احتجاج بلند کرتے ہوے موجودہ وقت میں خلافت کے متعلق لوگوں کو اُنکا فرض بتایا - یہ تقریریں اُردو شارٹ هینڈ میں لی گئیں تھیں - اسکے بعد انہیں صاف کرکے انگریزی ترجمہ کرایا گیا - یہ ترجمہ ابھی آپکے سامنے پیش کیا جائیگا - میں نے خود یہ تقریریں پڑھی ہیں ' اور اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ تقریریں دفعہ ۱۲۴ - کے ماتحت آتی ہیں - لیکن خیر ' یہ تو میری راے ہے "

" میں ان تقریروںکا انگریزی ترجمہ پڑھتا ہوں - فیصلہ یورآنر پر منحصر ہے کہ آیا اس دفعہ کے ماتحت آتی ہیں یا نہیں ؟ مزید براں میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ گورنمنٹ نے زیر دفعہ ۱۹۶ - (تعزیرات ہند) اس مقدمہ کیلیے سینکشن دیدیا ہے ' اور اسکے اثبات کے لیے میں سب سے پہلے مسٹر گولڈی کو پیش کرتا ہوں "

(مسٹـــر گـــولڈی)

اسکے بعد مسٹر گولڈی ' ڈپٹی کمشنر اسپیشل برانچ شہادت کیلیے بلاے گئے - سرکاری وکیل نے دریافت کیا " کیا ملزم کو گرفتار کرنیکے لیے تمہیں گورنمنٹ آف بنگال سے کوئی اختیار دیا گیا تھا ؟ "

جواب — " ھاں "

سوال — " کیا انھي تقریرونکے لیے ؟ یہ کن تاریخوں میں کي گئي تھیں ؟ "

جواب — " ھاں - یکم اور ۱۵ - جولائي سنہ ۱۹۲۱ کو " -

سوال — " کیا یھي سینکشن تمھیں ملا تھا ؟ "

جواب — " ھاں "

سوال — " کیا اسیکے ذریعہ سے تمھیں مولانا ابو الکلام آزاد کو گرفتار کرنیکے لیے حکم دیا گیا تھا ؟ "

جواب — " ھاں "

سوال — "کیا اسپر گورنمنٹ آف بنگال کے چیف سکریٹري کا دستخط ثبت ھے ؟ "

جواب — " ھاں - میں انکے دستخط کو پہچانتا ھوں "

سوال — " سینکشن کس تاریخ کو دیا گیا تھا ؟ "

جواب — " ۲۲ دسمبر سنہ ۱۹۲۱ کو "

سوال — " کیا سینکشن ملنے کے بعد تم نے چیف پریسیڈنسي مجسٹریٹ کي خدمت میں کوئي درخواست پیش کي تھي ؟ "

جواب — " ھاں "

سوال — " تو پھر کیا تمھیں کوئي وارنٹ ملا ؟ "

جواب — " ھاں - میں نے پریسیڈنسي جیل میں سرو کیا "

سوال — " عام طور پر جب تمھیں کسي جلسہ کي اطلاع ملتي ھے تو کیا تم کوئي رپورٹر وھاں بھیجتے ھو ؟

جواب — " ھاں "

سوال — " کیا یھي وہ رپورٹ اور اسکي نقل ھے جو تمھیں دکھائي گئي تھي ؟ "

جواب — " ھاں "

(ابو اللیث محمد)

اسکے بعد سرکاري شارٹ ھینڈ رپورٹر ابو اللیث محمد پیش ھوا - اسنے بیان کیا " میں گورنمنٹ آف بنگال کا شارٹ ھینڈ رپورٹر ھوں - "

یہاں مجسٹریٹ نے مولانا کو مخاطب کرکے کہا : " کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپکے لیے گواہی کا ترجمہ کرایا جاے ؟ "

جواب میں مولانا نے فرمایا " مجھے کسی ترجمہ کی ضرورت نہیں - ہاں اگر عدالت کو ضرورت ہو تو وہ خود ایسا کرسکتی ہے - "

مجسٹریٹ — " تو کیا آپ انگریزی سمجھتے ہیں ؟ "

مولانا — " نہیں "

مجسٹریٹ — مترجم سے " بہتر ہے کہ تم ترجمہ کرتے جاؤ "

گواہ نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوے کہا :

" میں کلکتہ یونیورسیٹی کا تعلیم یافتہ ہوں - تقریباً ۱۸ - مہینہ تک لکھنؤ کرسچین کالج میں رہچکا ہوں - وہاں میں نے اُردو مختصر نویسی میں ایک آنر سرٹیفکٹ اور سند حاصل کی - "

" ۱۶۰ - حرف فی منٹ میری رفتار ہے - میں اُردو سمجھتا ہوں - اُردو مختصر نویسی میں نے لکھنؤ میں سیکھی ہے - "

" یکم جولائی مجھے یاد ہے - اُس روز میں مرزا پور پارک کے ایک جلسہ میں مقرر ہوا تھا - اُردو میں وہاں جو جو تقریریں ہوئیں' انکے میں نے نوٹ لیے تھے - ملزم نے وہاں اُردو میں تقریر کی تھی - اور وہی اس جلسہ کے صدر تھے - "

" حتی الامکان میں نے بہتر نوٹ لیے ' اور حسب معمول مسٹر گولڈی کمشنر کے پاس بھیج دیا - مسٹر گولڈی نے اسپر ۲۵ - تاریخ کو دستخط کیا - اسکے بعد میں نے اسی تقریر کی نقل اردو لانگ ہینڈ میں لی - اور مسٹر گولڈی کے سامنے پیش کیا - "

" اسپر مسٹر گولڈی کا ۱۴ - دسمبر سنہ ۲۱ - کا دستخط موجود ہے - "

(بابو باما چرن چٹرجی)

اسکے بعد باما چرن چٹرجی سرکاری مترجم پیش ہوا - اسنے بیان کیا " وہ اردو اور ہندی کا مترجم ہے ' اور الہ آباد یونیورسٹی کا تعلیم یافتہ ہے "

سرکاري وکيل — " پہلي جولائي کي اردو تقرير کو ذرا ديکھو ؟ "

گواہ — " ميں نے هي اسکا ترجمہ کيا تھا - اسپر ميرا دستخط موجود هے - ميں نے حتی الامکان اسکا بہتر ترجمہ کيا - "

سرکاري وکيل — " دوسري تقرير کو ديکھو جو ١٥ جولائي کي هے - "

گواہ — " ميں نے اسکا بھي صحيح ترجمہ کيا هے - "

(انسپکٹر محمد اسمعيل)

اسکے بعد محمد اسمعيل انسپکٹر اسپيشل برانچ بلوايا گيا - اسنے بيان کيا :

" ميں مرزا پور پارک ميں متعين کيا گيا تھا - وهاں ميں نے ملزم کو ديکھا - انھوں نے وهاں ايک تقرير کي تھي - ميں نے اردو لانگ هينڈ ميں پہلي جولائي کي تقرير کا نوٹ ليا تھا - ملزم اس جلسہ کے صدر تھے - اور اسي حيثيت سے تقرير کی تھي - "

سرکاري وکيل — " جلسہ کس غرض سے هوا تھا ؟ "

گواہ — " مبلغين خلافت : حکيم سعيد الرحمن ' جگدمبا پرشاد ' اور اجودھيا پرشاد کي گرفتاري کے متعلق - "

" جلسہ ميں تقريباً ١٢ - هزار آدميونکا مجمع تھا - هر قسم کے لوگ جلسہ ميں موجود تھے ' ليکن ٥٠ - في صدي مسلمان تھے - ميں نے صحيح نوٹ ليے تھے - انسپکٹر کے - ايس گھوسال اور دوسرے افسر ميرے همراہ تھے - اور يہ (مولانا ابوالکلام آزاد) صدر جلسہ کي اردو تقرير کا نوٹ هے - اسکے بعد بابو پنچکوري بنرجي نے تقرير کي تھي - "

" بابو پنچکوري بنرجي کي تقرير صدر جلسہ کي تقرير کے ساتھہ شامل هے - "

" ١٥ - جولائي کو بھي ميں مرزا پور پارک ميں متعين کيا گيا تھا - ميں وهاں گيا تھا - ميں نے وهانکي تقريروں کے نوٹ ليے - انسپکٹر مکرجي اور مسٹر کر بھي ميرے همراہ تھے - مولوي نجم الدين اور ملزم نے اس جلسہ ميں تقرير کي تھي - ميں نے ان تقريرونکا نوٹ لانگ هينڈ ميں ليا - ميں نے تقرير کے صرف انھي حصونکا صحيح نوٹ ليا جنھيں ميں نے ضروري سمجھا تھا - "

" ميں کلکتہ يونيورسٹي کا تعليم يافتہ اور بي - ايس - سي - هوں - ميں اردو سمجھتا هوں - تقريباً ١٠ - اور ١٢ - هزار کے درميان جلسہ ميں لوگونکا مجمع تھا - "

یہاں سرکاري وکیل نے گواہ سے کہا " نوٹ دیکھکر ذرا اپنے حافظہ کو درست کرو " گواہ نے نوٹ دیکھکر بتایا " ۱۰ - ہزار کا مجمع تھا - اور ہم نے ایک مشترکہ نوٹ داخل کیا تھا "

(پولیس انسپکٹر کے - ایس - گھوسال)

اسکے بعد کے - ایس - گھوسال انسپکٹر اسپیشل برانچ کی شہادت لیگئي - اسنے بیان کیا :

" میں کلکتہ یونیورسٹی کا گریجوئٹ ہوں - یکم جولائی سنہ ۱۹۲۱ کو مرزا پور اسکوئر کے جلسہ میں میں گیا تھا - ملزم اس جلسہ کے صدر تھے - میں نے تقریروں کے نوٹ لانگ ہینڈ میں لیے تھے - میں تقریر کے صرف انہی حصوں کا نوٹ لیا کرتا ہوں جنہیں میں ضروري سمجھتا ہوں - میں نے انکے صحیح نوٹ لیے تھے (نوٹ پیش کرتے ہوے) یہ پہلي جولائی کي متفقہ ریپورٹ ہے - اسمیں صدر (ملزم) کي تقریر بھي شامل ہے - یہ نوٹ مسٹر گولڈي کي خدمت میں پیش کردیے گئے تھے - جنپر انہوں نے اپنا دستخط کردیا تھا - "

سرکاري وکیل - " جلسہ کس غرض سے ہوا تھا ؟ "

جواب — " سعید الرحمن ' جگدمبا پرشاد ' اور اجودھیا پرشاد کي گرفتاري کے خلاف صداے احتجاج بلند کرنیکي غرض سے - تقریباً ۱۲ - ہزار آدمیوں کا مجمع تھا - ہر قسم کے لوگ اسمیں شریک تھے - لیکن نصف کے قریب ہندوستانی مسلمان تھے - بقیہ نصف ہندوستاني ہندو اور بنگالي تھے "

(انسپکٹر بي - بي - مکرجي)

اسکے بعد بي - بي مکر جي انسپکٹر سي - آئي - ڈي پیش ہوا - اسنے بیان کیا :

" مرزا پور پارک کے ایک جلسہ میں نوٹ لینے کیلیے میں مقرر ہوا تھا - میں نے نوٹ لیے اور ۱۵ - جولائي سنہ ۱۹۱۲ - کو ڈپٹي کمشنر کي خدمت میں پیش کردیا - "

" ملزم اس جلسه کے صدر تھے - انہوں نے وهاں ایک تقریرکي تهي - میں نے اُسکے صحیح نوٹ لیے تھے - یه نوٹ اُسي روز شام کو مسٹر گولڈي کے سامنے پیش کردیے گئے - اسپر انکا دستخط موجود ھے - محمد اسمعیل اور میں' دونوں نے ایک مشترکه نوٹ داخل کیا تھا - ملزم نے اُردو میں تقریر کی تهي - میں کچهه کچهه اس زبان کو سمجھتا ھوں - "

" یه جلسه تین مبلغین خلافت: حکیم سعید الرحمن '، جگدمبا پرشاد ' اور اجودھیا پرشاد کي گرفتاري کے خلاف صداے احتجاج بلند کرنے اور لوگوں کو جیل جانے کي ترغیب دینے اور شوق دلانے کي غرض سے ھوا تھا "

تقریباً ۱۰ - هزار کا مجمع تھا - مسلمان ' هندو ' اور هوڑا اور للوا کے ملوں کے بہت سے مزدور اسمیں شریک تھے - تقریبا ۵۰ - والنٹیر بیج لگاے ھوے تھے جسپر یه لکھا تھا " جیل جانے کیلیے طیار ھیں "

(مسٹر گولڈي دو بارہ)

مسٹر گولڈي پھر بلواے گئے - انہوں نے رپورٹ اور نوٹ پر جو وهاں پیش کیے گئے تھے' اپنے دستخط ھونیکي تصدیق کي -

اسکے بعد سرکاري وکیل نے پہلي جولائي کي تقریر کا انگریزي ترجمه پڑھکر سنایا - اور کہا " ۱۵ - جولائي کو بھي اسي قسم کي تقریر ھوئي تھي "

پھر اسنے چارج مجسٹریٹ کے حواله کردیا - اسکے بعد لنچ کیلیے کارروائي ملتوي کي گئي -

(لنچ بعد کي کارروائي)

۳ بجکر ۲۰ - منٹ پر مجسٹریٹ عدالت میں داخل ھوا - مولانا کو بلوایا گیا - جسوقت مولانا صحن سے ھوکر عدالت کے کمرہ میں لاے جارھے تھے ' تو باھر کے عظیم الشان مجمع نے جو سڑک پر کھڑا تھا - مولانا کی ایک ذرا سي جھلک دیکھه پائي ' اور الله اکبر کي گونج سے در و دیوار ھل نے لگے -

جب مولانا کمرہ میں داخل ھوے تو تمام حاضرین سروقد اُٹھه کھڑے ھوے ' بھي الله اکبر کا نعرہ نکل گیا اگرچه خود مولانا هاتهه کے اشارے

سے روکتے رہے - مجسٹریٹ نے گھبرا کر فوراً سرجنٹ کو کمرہ خالی کرا دینے کا حکم دیا جسپر فوراً عمل کیا گیا - صرف چند آدمی جو کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے اندر رہگئے -

شارٹ ہینڈ اُردو رپورٹر نے ان دونوں تقریروں کو جنکی بنا پر دعوی کیا گیا ہے ' پڑھکر سنایا -

اسکے بعد ۱۲۴ - الف کے ماتحت فرد قرارداد جرم لگا دی گئی -

مجسٹریٹ — مولانا سے - " کیا آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں ؟ "

مولانا — " نہیں "

مجسٹریٹ — " کیا آپ کوئی گواہ پیش کرنا چاہتے ہیں ؟ "

مولانا — " نہیں - اگر میں نے ضرورت دیکھی تو آخر میں اپنا تحریری بیان پیش کردونگا " -

مجسٹریٹ — " کیا آپکو کاغذ کی ضرورت ہے ؟ "

مولانا — " نہیں "

مجسٹریٹ — کیا آپکو اور کسی چیز کی ضرورت ہے ؟ "

مولانا — میں اپنی تقریروں کی نقل چاہتا ہوں - (جو انہیں دے دی گئی)

یہاں سرکاری وکیل نے مجسٹریٹ سے درخواست کی کہ عرضی دعوی کی بھی ایک نقل ملزم کو دے دی جاے -

اسکے بعد مقدمہ ۱۱ - جنوری تک کیلیے ملتوی کردیا گیا ' مقدمہ کے تمام دوران میں عدالت کے احاطہ اور سڑک پر عظیم الشان مظاہرہ جاری تھا - قومی نعروں کی آوازیں برابر بلند ہو رہی تھیں - جونہی مولانا جیل کی گاڑی میں سوار ہونے لگے ! ابو الکلام آزاد کی جے ' بندے ماترم ' مہاتما گاندھی کی جے ' ہندو مسلمانوں کی جے ' اور اللہ اکبر کے پر شکوہ نعروں سے تمام فضا گونج اُٹھی !

لوگوں کی اسقدر کثرت تھی کہ کچھہ عرصہ تک گاڑیوں کی آمد و رفت بھی رک گئی تھی -

نقـــل اِستغـــاثـــہ

بعدالت چیف پریسیڈنسي مجسٹریٹ کلکته

براے گرفتـاري زیر دفعه ۱۲۴ - الف تعـزیرات هنـد

جے - اے - ایم - گولڈنی - ڈپٹي کمشنر آف پولیس - اسپیشل برانچ کلکته - مدعي

مـولانا ابـوالکـلام آزاد - مدعا علیه

مذکورۂ بالا مدعی کا بیان حسب ذیل ہے :

(۱) یکم جولائي سنه ۱۹۲۱ کو مدعا علیه نے مرزا پور پارک میں نان کواپریشن اور بائیکاٹ کے مضمون پر اُردو میں ایک تقریر کي تهي -

ایک اُردو مختصر نویس نے انکي پوري تقریر کے نوٹ اُردو میں لیے - مذکورۂ بالا نوٹ کے نقل کي ایک اردو کاپي جسپر انگریزي حرف " اے " کا نشان بنا ہے ' منسلک درخواست هذا ہے - مذکورۂ بالا شارٹ هینڈ نوٹ کا انگریزي ترجمه بهي شامل ہے ' جسے گورنمنٹ آف بنگال کے ایک بنگالي مترجم نے کیا ہے - اُس پر انگریزي حرف " بي " کا نشان ہے -

(۲) پهر ۱۵ - جولائي سنـه ۱۹۲۱ کو ملزم مذکور نے اردو میں ایک دوسري تقریر اُسي جگهه اور اُسي مضمون پر کي - اور ایک اردو رپورٹر نے انکي پوري تقریر کا اردو شارٹ هینڈ میں نوٹ لیا - اُس نوٹ کي ایک نقل جسپر حرف " سي " کا نشان ہے ' منسلک ہے - اور دوسرا کاغذ جسپر حرف " ڈي " کا نشان ہے ' مذکورۂ بالا شارٹ هینڈ نوٹ کا انگریزي ترجمه ہے ' جسے گورنمنٹ بنگال کے ایک بنگالي مترجم نے کیا ہے -

(۳) دونوں موقعوں پر اسپیشل برانچ کے تین اور افسروں نے بھي لانگ هینڈ میں نوٹ لیے تھے - اور وہ اُس شارٹ هینڈ رپورٹ کي تصدیق کرتے هیں -

(۴) تقریروں کے دیکھنے سے اندازہ هوسکتا هے کہ مقرر نے اپني ان تقریروں سے گورنمنٹ قائم شدہ بروے قانون کے خلاف لوگوں میں حقارت و نفرت پھیلانے کي کوشش کي - اور اسطرح ایک ایسے جرم کا ارتکاب کیا جسکي وجہ سے ۱۲۴ - الف تعزیرات هند کے ماتحت سزا کا مستوجب قرار پاسکتا هے -

(۵) گورنر ان کونسل نے مدعي کو یہ حکم اور اختیار دیا هے کہ وہ مولانا ابو الکلام آزاد کو مذکورۂ بالا جرم کي بنا پر زیر دفعہ ۱۲۴ - الف تعزیرات هند گرفتار کرے ' اور انکے خلاف چارہ جوئي کرے - سینکشن کي اصل کاپي منسلک هے ' اور اسپر حرف " اِي " کا نشان هے - لھذا مدعي یہ درخواست کرتا هے کہ ملزم کے خلاف حکم نامہ جاري کیا جاے کہ وہ مذکورۂ بالا الزامات کي جوابدهي کرے ' اور اسکے حاضر هونے پر مقدمہ چلایا جاۓ ' نیز قانون کے مطابق کارروائي عمل میں لائي جاے -

چوتھي پیشي

(۱۱ - جنوري)

۱۱ ' تاریخ کو مسٹر سوینھو چیف پریسیڈنسي مجسٹریٹ کي عدالت میں چوتھي پیشي هوئي - حسب معمول کمرہ اور احاطۂ عدالت لوگوں سے پرتھا - لیکن قبل اسکے کہ کارروائي شروع هو ' سارجنٹ نے کمرہ لوگوں سے خالي کرالیا - حتی کہ ان لوگوں کو بھي رهنے نہ دیا جو کرسیوں پر بیٹھے هوے تھے -

اسکے بعد مولانا لاۓ گئے - جونھي انھوں نے کٹھرے میں قدم رکھا ' تمام وکلاء جو وهاں موجود تھے ' تعظیم کیلیے اُٹھہ کھڑے هوے -

مجسٹریٹ نے مولانا سے دریافت کیا :

" کیا آپ کوئي بیان دینا چاهتے هیں ؟ "

مولانا - " هاں "

" اگر عدالت کو کوئي اعتراض نه هو' تو میں ایک تحریري بیان پیش کرونگا - "

مجسٹریٹ ــــ " کیا وہ آپکے ساتھہ هے ؟ "

مولانا ــــ " هاں - یه اُردو میں هے - لیکن میں چاهتا هوں' اسکا انگریزي ترجمه عدالت میں داخل کروں "

مجسٹریٹ ــــ " تو کیا آپ خود اسکا ترجمه کرالینگے ؟ "

مولانا ــــ " هاں اگر عدالت کو اسمیں کوئي اعتراض نه هو "

مجسٹریٹ ــــ " کیا آپ کو اور کسي چیز کي ضرورت هے ؟ "

مولانا ــــ اگر کوئي حرج نه هو تو میں اپني اس تقریر کا جسے مغویانه بتایا گیا هے انگریزي ترجمه دیکھنا چاهتا هوں "

مجسٹریٹ ــــ " کیا بیان کیلیے اسکي ضرورت هے ؟ "

مولانا ــــ " - میں اسے دیکھنا چاهتا هوں "

مجسٹریٹ نے عدالت سے دریافت کیا که انگریزي ترجمه ملزم کو پہلے هي کیوں نه دیا گیا ؟ اب انہیں فوراً دیدیا جاے - سرکاري وکیل نے ایک پولیس افسر سے کہا - اسنے بیان کیا که اسوقت وہ وهاں موجود نہیں هے - جیل میں بھیجدیا جایگا -

اسکے بعد مقدمه ۱۷ - جنوري سنه ۱۹۲۲ تک کیلیے ملتوي کردیا گیا -

سابق کي طرح آج بھي ایک بہت بڑا مجمع سڑک پر موجود تھا اور برابر قومي نعرے لگا رہا تھا -

---

پانچـــویں پیشـــي

(۱۷ - جنوري)

۱۷ - جنوري کو مولانا کے مقدمه کي سماعت پریسیڈنسي سول جیل میں هوئي - حسب معمول هزاروں آدمي وقت مقررہ پر پریسیڈنسي کورٹ پہنچ گئے تھے - لیکن جب انہیں معلوم هوا که مقدمه کورٹ کے بجاے جیل میں هوگا '

تو اپنے اپنے گھروں کو مایوس واپس گئے - پھر بھي ایک معقول تعداد هندو مسلمانوں کي فوراً ٹکسیوں پر سوار هوکر جیل پہنچ گئي - مگر وهاں انهیں احاطه جیل کے اندر جانیکي اجازت نه دي گئي - بعد کو معلوم هوا که مولانا کے اعزاء اور اخبارات کے نمایندونکو بھي اندر جانے کي اجازت نہیں ملیگي - عدالت کے اندر صرف مسٹر گرلڈبي ڈپٹي کمشنر اسپیشل برانچ اور چند سي - آئي - ڈي - پولیس افسر موجود تھے - ۱۲ بجے مسٹر سوینہو چیف پریسیڈنسي مجسٹریٹ بمعیت راے بہادر تارک ناتهه سادهو سرکاري وکیل آئے -

اخبارات کے نمائندوں نے اندر جانے کي پھر کوشش کي لیکن عدالت کے پیشکار نے کہا - حکام جیل سے اسکي درخواست کرني چاهیئے - وهي اسکي اجازت دیسکتے هیں - چنانچه اسکي تعمیل میں جیلر سے کہا گیا - اُسنے کہا - وہ کمرہ اب عدالت کو دیدیا گیا هے - انکا اسمیں کوئي اختیار باقي نہیں - چنانچه مجسٹریٹ کو اسکي اطلاع دي گئي - لیکن جواب ملا که سپرنٹنڈنٹ جیل کے پاس درخواست دي جاے - سپرنٹنڈنٹ اسوقت موجود نه تها ' اسلیے ملاقات نه هوسکي - لیکن بعد کو سپرنٹنڈنٹ نے مولانا سے کہا که نه تو اسکے طرف سے کوئي روک تھي ' اور نه وہ روکنے کا مجاز تها - اسکا اختیار تو صرف مجسٹریٹ کو هے -

ٹهیک پونے ۱۲ - بجے جیلر کے همراہ مولانا آئے - مولانا نے کمرۂ عدالت کے اندر قدم رکھتے هي دریافت کیا " یه کارروائي پبلک هے یا پرائیوٹ ؟

مجسٹریٹ — " پرائیوٹ ؟ "

مجسٹریٹ — " آپ تشریف رکھیں "

مولانا — " کیا آپنے یه مجھسے کہا هے ؟ غالباً آپکو یاد نہیں رها که پہلے بھي میں دو مرتبه آپکے سامنے پیش هوچکا هوں "

مجسٹریٹ — " مجھے یاد هے "

مولانا — " گذشته موقعوں پر جب میں دو تین گھنٹے تک مسلسل کھڑا رهسکا - تو آج بھي کھڑے رهنے میں مجھے کوئي تکلیف نہیں هوسکتي "

مجسٹریٹ — " افسوس هے که مجھے ان موقعوں پر یاد نه رها '

مولانا — " (آپکے اس اعتراف کا) شکریه "

مجسٹریٹ — " کیا آپ اپنا بیان لاے ھیں ؟ "

مولانا نے اپنا اُردو بیان پیش کردیا اور کہا کہ انکے سکریٹری کي عدم موجودگي کہ وجہ سے انگریزي ترجمہ مکمل نہ ھوسکا -

مجسٹریٹ — " تو کیا آپ اسکے ترجمہ کیلیے اور مہلت چاھتے ھیں ؟ "

مولانا — " نہیں - میں نہیں چاھتا کہ محض ترجمہ کیلیے مقدمہ میں تاخیر ھو - "

مجسٹریٹ — " لیکن اگر اسکا انگریزي ترجمہ ھو جاتا تو عدالت کیلیے اسمیں بڑي آساني ھوتي "

اسکے بعد مقدمہ ۱۹ - تاریخ تک کیلیے ملتوي کردیا گیا - لیکن بعد کو خود بخود ۱۹ - کے بجاے ۲۴ - تاریخ کردي گئي -

چھٹــــي پیشـــي

—•••(**)•••—

(۲۴ - جـنوري)

۲۴ - جنوري کو مولانا کا مقدمہ سول جیل میں چیف پریسیڈنسي مجسٹریٹ کے سامنے پیش ھوا - آج خلاف معمول پبلک کي ایک معقول تعداد کو اندر جانیکي اجازت ملگئي تھي -

ایک بجے کے قریب مولانا تشریف لاے' اور صرف یہ کارروائي ھوئي کہ مولانا کا بیان عدالت نے لے لیا اور ۳۱ - جنوري آئندہ پیشي کیلیے قرار پائي -

ساتویں پیشـــي

—•••[:*:]•••—

(۳۱ - جـنوري)

مولانا کي طبیعت کئي دن سے سخت علیل تھي - جگر کا فعل ناقص ھوجانے کي وجہ سے اسہال کي شکایت لاحق ھوگئي - ۳۱ - کو ایک مرتبہ استفراغ

بھي ھوا - جيل کے ڈاکٹر نے کہا - ايسي حالت ميں انکا عدالت ميں جانا نہايت مضر ھوگا - سپرنٹنڈنٹ طيار ھے کہ عدالت کو اطلاع ديکر پيشي ملتوي کرادي جاے - ليکن مولانا نے پسند نہيں کيا نہ اُنکي وجہ سے کارروائي ميں کسي طرح کا التوا يا تاخير ھو - انہوں نے کہا - جب کارروائي جيل ھي کے احاطہ ميں ھوتي ھے تو تھوڑي دير کيليے چند قدم چلا جانا کچھہ دشوار نہ ھوگا - جيل سے کوئي اطلاع عدالت کو نہ دي جاے -

ليکن تھوڑي دير کے بعد سپرنٹنڈنٹ جيل مسٹر سوينہو پريسيڈنسي مجسٹريٹ کي چٹھي ليکر آے جو ۳۰ - کي لکھي ھوئي تھي اور اس ميں لکھا تھا کہ مولانا کا مقدمہ ۹ - فروري پر ملتوي کرديا گيا -

۵ - جنوري کي کارروائي کے مقابلے ميں يہ کارروائي غنيمت تھي - کم از کم اطلاع تو ديدي گئي - مگر سوال يہ ھے کہ کيا اس طرح کي چٹھي مجسٹريٹ کي موجودگي اور ملزم کي حاضري کے قائم مقام ھوسکتي ھے ؟ اگر جواب اثبات ميں ھو تو يہ گويا قوانين مسلمۂ عدالت ميں ايک نئے قاعدہ کا اضافہ ھوگا - ھم اسے " ترميم " بھي کہہ سکتے تھے ' مگر جہانتک معلوم ھے ' سنہ ۱۹۰۸ ميں صرف ضابطۂ فوجداري ھي کي " ترميم " ھوئي تھي ' ضابطۂ عدالت کي نہيں ھوئي تھی !

اب ھم پہلے مولانا کا بيان درج کرتے ھيں - اُسکے بعد آخري پيشي کي روئداد اور عدالت کا فيصلہ نقل کرينگے - بيان آئندہ صفحہ سے شروع ھوتا ھے !

مولانا ابوالکلام کا تحریری بیان

——*:):[:*:]:(:*——

الحمد للہ وحدہ

——*::*::*——

(عارضی وقفہ)

میرا ارادہ نہ تھا کہ کوئی تقریری یا تحریری بیان یہاں پیش کروں - یہ ایک ایسی جگہ ہے جہاں ہمارے لیے نہ تو کسی طرح کی اُمید ہے ' نہ طلب ہے ' نہ شکایت ہے - یہ ایک موڑ ہے جس سے گذرے بغیر ہم منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتے ' اسلیے تھوڑی دیر کیلیے اپنی مرضی کے خلاف یہاں دم لے لینا پڑتا ہے - یہ نہ ہوتی تو ہم سیدھے جیل چلے جاتے -

یہی وجہ ہے کہ گذشتہ دو سال کے اندر میں نے ہمیشہ اسکی مخالفت کی کہ کوئی نان کوا پریٹر کسی طرح کا بھی حصہ عدالت کی کارروائی میں لے - آل اِنڈیا کانگرس کمیٹی ' سنٹرل خلافت کمیٹی ' اور جمعیۃ العلماء ھند نے اگرچہ اسکی اجازت دیدی ہے کہ پبلک کی واقفیت کیلیے تحریری بیان دیا جاسکتا ہے' لیکن ذاتی طور پر میں لوگوں کو یہی مشورہ دیتا رہا کہ خاموشی کو ترجیح ہے - میں سمجھتا ہوں کہ جو شخص اسلیئے بیان دیتا ہے کہ مجرم نہیں ' اگرچہ اسکا مقصد پبلک کی واقفیت ہو' تاہم وہ اشتباہ سے محفوظ نہیں ہے - ہوسکتا ہے کہ اپنے بچاؤ کی ایک ہلکی سی خواہش اور سماعت حق کی ایک کمزور سی توقع اسکے اندر کام کر رہی ہو- حالانکہ نان کو اپریشن کی راہ بالکل قطعی اور یک سو ہے - وہ اس بارے میں اِشتباہ بھی گوارا نہیں کرسکتی -

(کامل مایوسی ' اسلیے کامل تبدیلی کا عزم)

" نان کو اپریشن " موجودہ حالت سے کامل مایوسی کا نتیجہ ہے' اور اسی مایوسی سے کامل تبدیلی کا عزم پیدا ہوا ہے - ایک شخص جب گورنمنت سے

نان کو اپریشن کرتا ہے' تو گویا اعلان کرتا ہے کہ وہ گورنمنٹ کے انصاف اور حق پسندي سے مایوس ہوچکا - وہ اسکي غیر منصف طاقت کے جواز سے منکر ہے ' اور اسی لیے تبدیلي کا خواہشمند ہے - پس جس چیز سے وہ اس درجہ مایوس ہوچکا کہ تبدیلي کے سوا کوئي چارہ نہیں دیکھتا ' اس سے کیونکر اُمید کرسکتا ہے کہ ایک منصف اور قابل بقا طاقت کیطرح اسکے ساتھہ انصاف کریگي ؟

اس اصولی حقیقت سے اگر قطع نظر کرلیا جاے ' جب بھي موجودہ حالت میں بریت کي امید رکھنا ایک بے سود زحمت سے زیادہ نہیں ہے - یہ گویا اپني معلومات سے انکار ہوگا - گورنمنٹ کے سوا کوئي ذي حواس اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ بحالت موجودہ سرکاري عدالتوں سے انصاف کي کوئي امید نہیں ہے - اسلیے نہیں کہ وہ ایسے اشخاص سے مرکب ہیں جو انصاف کرنا پسند نہیں کرتے - بلکہ اسلیے کہ ایسے نظام (سسٹم) پر مبني ہیں جنمیں رہکر کوئي مجسٹریٹ ان ملزموں کے ساتھہ انصاف نہیں کرسکتا ' جنکے ساتھہ خود گورنمنٹ انصاف کرنا پسند نہ کرتي ہو -

میں یہاں واضح کردینا چاہتا ہوں کہ " نان کو اپریشن " کا خطاب صرف گورنمنٹ ' گورنمنٹ کے سسٹم ' اور موجودہ حکومتي اور قومی اُصولوں سے ہے - افراد و اشخاص سے نہیں ہے -

(عدالت گاہ نا انصافي کا قدیم ترین ذریعہ ہے)

ہمارے اس دور کے تمام حالات کیطرح یہ حالت بھی نئی نہیں ہے - تاریخ شاہد ہے کہ جب کبھی حکمراں طاقتوں نے آزادي اور حق کے مقابلہ میں ہتیار اُٹھاے ہیں' تو عدالت گاہوں نے سب سے زیادہ آسان اور بے خطا ہتیار کا کام دیا ہے - عدالت کا اختیار ایک طاقت ہے ' اور وہ انصاف اور نا انصافي' دونوں کے لیے استعمال کی جاسکتی ہے - منصف گورنمنٹ کے ہاتھہ میں وہ عدل و حق کا سب سے بہتر ذریعہ ہے لیکن جابر اور مستبد حکومتوں کیلیے اس سے بڑھکر انتقام اور نا انصافی کا کوئی آلہ بھی نہیں -

تاریخ عالم کی سب سے بڑی نا انصافیاں میدان جنگ کے بعد عدالت کے ایوانوں ھی میں ھوئی ھیں - دنیا کے مقدس بانیان مذھب سے لیکر سائنس کے متحققین اور مکتشفین تک ' کوئی پاک اور حق پسند جماعت نہیں ھے جو مجرموں کی طرح عدالت کے سامنے کھڑی نہ کی گئی ھو - بلا شبہ زمانے کے انقلاب سے عہد قدیم کی بہت سی برائیاں مٹ گئیں - میں تسلیم کرتا ھوں کہ اب دنیا میں دوسری صدی عیسوی کی خوفناک رومی عدالتیں' اور ازمنۂ متوسطہ (مڈل ایجز) کی پراسرار " انکویزیشن " وجود نہیں رکھتی ' لیکن میں یہ ماننے کیلیے طیار نہیں کہ جو جذبات ان عدالتوں میں کام کرتے تھے' ان سے بھی ھمارے زمانے کو نجات ملگئی ھے - وہ عمارتیں ضرور گرادی گئیں جنکے اندر خوفناک اسرار بند تھے ' لیکن ان دلوں کو کون بدل سکتا ھے جو انسانی خود غرضی اور نا انصافی کے خوفناک رازوں کا دفینہ ھیں ؟

(ایک عجیب مگر عظیم الشان جگہ)

عدالت کی نا انصافیوں کی فہرست بڑی ھی طولانی ھے - تاریخ آج تک اسکے ماتم سے فارغ نہ ھوسکی - ھم اسمیں حضرت مسیح جیسے پاک انسان کو دیکھتے ھیں جو اپنے عہد کی اجنبی عدالت کے سامنے چوروں کے ساتھہ کھڑے کیے گئے - ھم کو اسمیں سقراط نظر آتا ھے' جسکو صرف اسلیے زھر کا پیالہ پینا پڑا کہ وہ اپنے ملک کا سب سے زیادہ سچا انسان تھا - ھم کو اسمیں فلورنس کے فدا کار حقیقت گلیلیو کا نام بھی ملتا ھے ' جو اپنی معلومات و مشاھدات کو اسلیے جھٹلا نہ سکا کہ وقت کی عدالت کے نزدیک انکا اظہار جرم تھا - میں نے حضرت مسیح کو انسان کہا ' کیونکہ میرے اعتقاد میں وہ ایک مقدس انسان تھے جو نیکی اور محبت کا آسمانی پیام لیکر آئے تھے - لیکن کروڑوں انسانوں کے اعتقاد میں تو وہ اس سے بھی بڑھکر ھیں ؟ تاھم یہ مجرموں کا کٹھرا کیسی عجیب مگر عظیم الشان جگہ ھے' جہاں سب سے اچھے اور سب سے برے' دونوں طرح کے آدمی کھڑے کیے جاتے ھیں ؟ اتنی بڑی ھستی کیلیے بھی یہ ناموزوں جگہ نہیں !

(حمـــد و شکـــر !)

اس جگهه کي عظيم الشان اور عميق تاريخ پر جب ميں غور کرتا هوں ' اور ديکهتا هوں که اسي جگهه کهڑے هونيکي عزت آج ميرے حصه ميں آئي هے ' تو بے اختيار ميري روح خدا کے حمد و شکر ميں ڈوب جاتي هے ' اور صرف وهي جان سکتا هے که ميرے دل کے سرور و نشاط کا کيا عالم هوتا هے ؟ ميں مجرموں کے اس کٹهرے ميں محسوس کرتا هوں که پادشاهوں کيليے قابل رشک هوں - انکو اپني خوابگاه عيش ميں وه خوشي اور راحت کهاں نصيب جس سے ميرے دل کا ايک ايک ريشه معمور هو رها هے ؟ کاش غافل اور نفس پرست انسان اسکي ايک جهلک هي ديکهه پاے ! اگر ايسا هوتا تو ميں سچ کهتا هوں که لوگ اس جگهه کيليے دعائيں مانگتے !

(ميں بيان کيوں ديتا هوں ؟)

بهر حال ميرا اراده نه تها که بيان دوں - ليکن ۹ - جنوري کو جب ميرا مقدمه پيش هوا ' تو ميں نے ديکها - گورنمنٹ مجهے سزا دلانے کے معاملے ميں نهايت عاجز اور پريشان هو رهي هے ' حالانکه ميں ايسا شخص هوں جسکو اسکي خواهش اور خيال کے مطابق سب سے پہلے اور سب سے زياده سزا ملني چاهيے -

پہلے ميرے خلاف دفعه ۱۷ - ۲ ترميم ضابطۂ فوجداري کا دعوی کيا گيا تها - ليکن جب اسکا ويسا ثبوت بهي بهم نه هوسکا ' جيسا آجکل اثبات جرم کيليے کافي تصور کيا جاتا هے ' تو مجبوراً واپس لے ليگئي - اب ۱۲۴ - الف کا مقدمه چلايا گيا هے - ليکن بد قسمتي سے يه بهي مقصد براري کيليے کافي نهيں - کيونکه جو تقريريں ثبوت ميں پيش کي گئي هيں' وه ان بهت سي باتوں سے بالکل خالي هيں جو اپني بے شمار تقريروں اور تحريروں ميں هميشه کهتا رها هوں اور جو شايد گورنمنٹ کيليے زياده کار آمد هوتيں -

يه ديکهکر ميري راے بدل گئي - ميں نے محسوس کيا که جو سبب بيان نه دينے کا تها ' وهي اب متقاضي هے که خاموش نه رهوں - اور جس بات کو گورنمنٹ

باوجود جاننے کے دکھلا نہیں سکتی ' اسے خود کامل اقرار کے ساتھہ اپنے قلم سے لکھدوں - میں جانتا ہوں کہ قانون عدالت کی رو سے یہ میرے فرائض میں داخل نہیں ھے - میری جانب سے پراسکیوشن کیلیے یہی بہت بڑی مدد ھے' کہ میں نے ڈیفنس نہیں کیا - لیکن حقیقت کا قانون عدالتی قواعد کی حیلہ جوئیوں کا پابند نہیں ھے - یقیناً یہ سچائی کے خلاف ہوگا کہ ایک بات صرف اسلیے پوشیدہ رھنے دی جاے کہ مخالف اپنی عاجزی کیوجہ سے ثابت نہ کرسکا -

(اقـــرار " جــرم ")

(۱) ھندوستان کی موجودہ بیورو کریسی ایک ویسا ھی حاکمانہ اقتدار ھے جیسا اقتدار ملک و قوم کی کمزوری کی وجہ سے ھمیشہ طاقتور انسان حاصل کرتے رھے ھیں - قدرتی طور پر یہ اقتدار قومی بیداری کے نشو و نما اور آزادی و انصاف کی جد و جہد کو مبغوض رکھتا ھے - کیونکہ اِسکا لازمی نتیجہ اُسکی غیر منصفانہ طاقت کا زوال ھے ' اور کوئی وجود اپنا زوال پسند نہیں کرسکتا اگرچہ از روے انصاف کتنا ھی ضروری ھو - یہ گویا تنازع للبقاء (Struggle for Existance) کی ایک جنگ ہوتی ھے جسمیں دونوں فریق اپنے اپنے فوائد کیلیے جد و جہد کرتے ھیں - قومی بیداری چاھتی ھے کہ اپنا حق حاصل کرے - قابض طاقت چاھتی ھے کہ اپنی جگہہ سے نہ ھٹے - کہا جاسکتا ھے کہ پہلے فریق کیطرح آخر الذکر بھی قابل ملامت نہیں - کیونکہ وہ بھی اپنے بچاؤ کے لیے ھاتھہ پانوں مارتا ھے - یہ دوسری بات ھے کہ اسکا وجود انصاف کے خلاف واقع ھوا ھو - ھم طبیعت کی مقتضیات سے تو انکار نہیں کر سکتے ؟ یہ واقعہ ھے کہ دنیا میں نیکی کی طرح برائی بھی زندہ رھنا چاھتی ھے - وہ خود کتنی ھی قابل ملامت ھو ' لیکن زندگی کی خواھش ہ قابل ملامت نہیں ھے -

ھندوستان میں بھی یہ مقابلہ شروع ھوگیا ھے - اسلیے یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ھے اگر بیورو کریسی کے نزدیک آزادی اور حق طلبی کی جد و جہد جرم ھو' اور وہ اُن لوگوں کو سخت سزاؤں کا مستحق خیال کرے جو انصاف کے نام سے اسکی غیر منصفانہ ھستی کے خلاف جنگ کر رھے ھیں - میں اقرار کرتا ھوں کہ میں نہ صرف

اسکا مجرم ہوں ' بلکہ ان لوگوں میں ہوں جنہوں نے اس جرم کی اپنی قوم کے دلوں میں تخم ریزی کی ہے ' اور اسکی آبیاری کیلیے اپنی پوری زندگی وقف کردی ہے - میں مسلمانان ہند میں پہلا شخص ہوں جس نے سنہ ۱۹۱۲ - میں اپنی قوم کو اس جرم کی عام دعوت دی ' اور تین سال کے اندر اس غلامانہ روش سے انکا رخ پھیر دیا جس میں گورنمنٹ کے پر پیچ فریب نے مبتلا کر رکھا تھا - پس اگر گورنمنٹ مجھے اپنے خیال میں مجرم سمجھتی ہے اور اسلیے سزا دلانا چاہتی ہے ' تو میں پوری صاف دلی کے ساتھہ تسلیم کرتا ہوں کہ یہ کوئی خلاف توقع بات نہیں ہے جسکے لیے مجھے شکایت ہو -

میں جانتا ہوں کہ گورنمنٹ فرشتہ کے طرح معصوم ہونے کا دعوی رکھتی ہے کیونکہ اس نے خطاؤں کے اقرار سے ہمیشہ انکار کیا ' لیکن مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ اس نے مسیح ہونے کا کبھی دعوی نہیں کیا - پھر میں کیوں امید کروں کہ وہ اپنے مخالفوں کو پیار کریگی ؟ وہ تو وہی کریگی جو کررہی ہے ' اور جو ہمیشہ استبداد نے آزادی کے مقابلہ میں کیا ہے - پس یہ ایک ایسا قدرتی معاملہ ہے جسمیں دونوں فریق کیلیے شکوہ و شکایت کا کوئی موقعہ نہیں - دونوں کو اپنا اپنا کام کیے جانا چاہیے -

(گورنمنٹ بنگال اور میری گرفتاری)

(۲) میں یہ بھی ظاہر کردینا چاہتا ہوں کہ میرا معاملہ جو کچھہ تھا ' گورنمنٹ آف انڈیا سے تھا - وہ کسی خاص معین الزام کی بنا پر نہیں بلکہ موجودہ تحریک کی عام مشغولیت کیوجہ سے مجھے گرفتار کرسکتی تھی ' اور جیسا کہ قاعدہ ہے گرفتاری کیلیے کوئی حیلہ پیدا کرلیتی - چنانچہ ملک میں عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ علی برادر سے مجھے زیادہ مہلت دی گئی مگر اب زیادہ عرصہ تک تغافل نہیں کیا جائیگا - لیکن یہ واقعہ ہے کہ گورنمنٹ بنگال کے سامنے اس وقت میرا معاملہ نہ تھا - نہ وہ دفعہ ۱۲۴ - الف کا مقدمہ چلانا چاہتی تھی - اس دفعہ کے ثبوت میں جو تقریریں پیش کی گئی ہیں ' وہ نصف سال پہلے کلکتہ میں کی گئی ہیں ' اور گورنمنٹ نے مقدمہ کی اجازت ۲۲ - دسمبر کو دی

ھے- یعني میري گرفتاري سے بارہ دن بعد - اگر فی الواقع ان تقریروں میں سڈیشن تھا ' تو کیوں مجھے چھہ ماہ تک گرفتار نہیں کیا گیا ؟ اور اب گرفتار کیا بھي تو گرفتاري کے بارہ دن بعد ؟ ھر شخص ان دو واقعات سے صاف صاف سمجھہ لے سکتا ھے کہ صورت حال کیا ھے ؟ خصوصاً جب یہ تیسرا واقعہ بھي بڑھا دیا جاے کہ ابتدا میں جو دفعہ ظاھر کي گئي ' وہ ۱۲۴ - نہ تھي - ۱۷ - ترمیم ضابطۂ فوجداري تھی - پچیس دن کے بعد مجھسے کہا جاتا ھے کہ وہ واپس لے لیگئي ھے !

(گرفتاري کا اصلي باعث)

حقیقت یہ ھے کہ میري گرفتاري میں اس دفعہ کو کوئي دخل نہیں - یہ قطعي ھے کہ مجھے اُنھی حالات کے سلسلہ میں گرفتار کیا گیا جو ۱۷ - نومبر کے بعد رو نما ھوے ھیں ' اگر میں پہلي دسمبر کر کلکتہ نہ آتا ' یا ۱۰ - دسمبر سے پہلے باھر چلا جاتا - جسکي جلسۂ جمعیۃ العلماء بدایون کي وجہ سے توقع تھي ' تو گورنمنٹ بنگال مجھسے کوئي تعرض نہ کرتي -

۱۷ - نومبر کے بعد دنیا کي تمام چیزوں میں سے جو چاھي جاسکتي ھیں ' وہ صرف یہ چاھتي تھي کہ ۲۴ - نومبر کو جب پرنس کلکتہ پہنچیں تو ھڑتال نہو ' اور جو جابرانہ بے وقوفي ترمیم ضابطہ فوجداري سنہ ۱۹۰۸ کے نفاذ میں ھوگئي ھے ' وہ ایک دن کیلیے بھي قبول کرلي جاے - وہ خیال کرتي تھي کہ میري اور مسٹر سي - آر - داس کي موجودگي اس میں حارج ھے ' اسلیے کچھہ عرصہ کے تذبذب اور غور و فکر کے بعد ھم دونوں گرفتار کرلیے گئے - گرفتاري بلا وارنٹ کے ھوئي تھي ' لیکن جب دوسرے دن ضابطہ کي نمائش پوري کرنے کیلیے مجسٹریٹ جیل میں بھیجا گیا ' تو مسٹر داس کي طرح میري گرفتاري کیلیے بھي دفعہ ۱۷ - ۲ - ترمیم ضابطہ فوجداري کے ماتحت وارنٹ پیش کیا گیا -

میں گذشتہ دو سال کے اندر بہت کم کلکتہ میں رھسکا ھوں - میرا تمام وقت زیادہ تر تحریک خلافت کي مرکزي مشغولیت میں صرف ھوا - یا ملک کے پیہم دوروں میں - اکثر ایسا ھوا کہ مہینے دو مہینے کے بعد چند دنوں کیلیے کلکتہ آیا

اور بنگال پراونشیل خلافت کمیٹی کے کاموں کی دیکھہ بھال کرکے پھر باہر چلا گیا - وسط نومبر سے بھی میں سفر میں تھا - ۱۶ کو کلکتہ سے روانہ ہوا تاکہ جمعیۃ العلماء ہند کے سالانہ اجلاس لاہور میں شریک ہوں - وہاں مہاتما گاندھی کے تار سے بمبئی کی شورش کا حال معلوم ہوا اور میں بمبئی چلا گیا - جنوری تک میرا ارادہ واپسی کا نہ تھا - کیونکہ ۱۰ - دسمبر کو جمعیۃ العلماء کا اسپیشل اجلاس بدایوں میں تھا - اُس میں شرکت ضروری تھی - اسکے علاوہ مجھے تمام وقت انگورہ فنڈ کی فراہمی میں صرف کرنا تھا - لیکن یکایک گورنمنٹ بنگال کے تازہ جبر و تشدد اور ۱۸ - کے کمیونک کی اطلاع بمبئی میں ملی ' اور میرے لیے ناممکن ہوگیا کہ ایسی حالت میں کلکتہ سے باہر رہوں - میں نے مہاتما گاندھی سے مشورہ کیا - اُنکی بھی یہی راے ہوئی کہ مجھے تمام پروگرام ملتوی کرکے کلکتہ چلا جانا چاہیے - زیادہ خیال ہمیں اس بات کا تھا کہ کہیں ایسا نہو - گورنمنٹ کا جبر و تشدد لوگوں کو بے قابو کردے اور کوئی بات صبر و ضبط کے خلاف کر بیٹھیں - علی الخصوص جبکہ " سول گارڈ " کے قیام کی خبریں بھی آچکی تھیں ' اور اس بارے میں ہمیں کوئی غلطی نہیں ہوسکتی تھی کہ یہ نئی اسلحہ بندی کن شریفانہ اور پر امن اغراض کیلیے وجود میں آئی ہے ؟

میں پہلی دسمبر کو کلکتہ پہنچا - میں نے ظلم اور برداشت ' دونوں کے انتہائی مناظر اپنے سامنے پاے !

میں نے دیکھا کہ ۱۷ - نومبر کی یادگار ہڑتال سے بے بس ہوکر گورنمنٹ اُس آدمی کی طرح ہوگئی ہے جو جوش اور غصہ میں آپے سے باہر ہو جاے ' اور غیظ و غضب کی کوئی حرکت بھی اُس سے بعید نہو - سنہ ۱۹۰۸ کے کریمنل لا امنڈمنٹ ایکٹ کے ماتحت قومی رضا کاروںکی تمام جماعتیں " مجمع خلاف قانون " (ان لافل) قرار دیدی گئی ہیں ' پبلک اجتماعات یکقلم روک دیے ہیں ' قانون صرف پولیس کی مرضی کا نام ہے ' وہ " ان لافل جماعت " کی تفتیش اور شبہ میں جو چاہے کرسکتی ہے - حتی کہ راہ چلتوں کی جان و آبرو بھی محفوظ نہیں

گورنمنٹ نے پہلے ۱۸ - نومبر کے کمیونک میں صرف سابق و موجودہ رضاکار جماعتوں کا ذکر کیا تھا ' لیکن ۲۴ - کو دوسرا کمیونک جاری کرکے تمام آئندہ جماعتیں بھی خلاف قانون قرار دیدیں' اور پولیس نے بلا امتیاز ہر شخص کو جو اُسکے سامنے آگیا ' گرفتار کرنا شروع کردیا - کوئی بات بھی جس سے ۲۴ - کی ہڑتال کے رُکنے کا امکان ہو' پولیس اور پولیس سے بھی زیادہ " شریف قوم " سول گارڈ کیلیے ناجائز نہیں - سول گارڈ گویا قومی رضا کاروں کا جواب ہے - وہ بالکل نہتے ہونے پر بھی " جبر و تشدد " سے ہڑتال کرادیتے تھے - یہ ریوالور سے مسلح ہونے پر بھی " امن و صلح " کے ذریعہ ہڑتال روکدینگے !

اسکے مقابلہ میں لوگوں نے بھی برداشت اور استقامت ' دونوں کا گویا آخری عہد کرلیا ہے - صاف معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو وہ اپنی راہ سے ہٹینگے - نہ تشدد کا مقابلہ کرینگے !

ان حالات میں میرے لیے فرض کی راہ بالکل صاف اور یکسو تھی - میں نے اپنے سامنے دو حقیقتیں بے نقاب دیکھیں : ایک یہ کہ گورنمنٹ کی تمام طاقت کلکتہ میں سمٹ آئی ہے - اسلیے فتح و شکست کا پہلا فیصلہ یہیں ہوگا دوسری یہ کہ ہم کل تک پوری آزادی کیلیے جد و جہد کر رہے تھے - لیکن موجودہ حالت نے بتلا دیا کہ ہماری آزادی کی مبادیات تک محفوظ نہیں ہیں - آزادی تقریر اور آزادی اجتماع انسان کے پیدائشی حقوق ہیں - انکی پامالی مشہور فلاسفر مل کی زبان میں " انسانیت کے قتل عام سے کچھہ ہی کم " کہی جاسکتی ہے ' لیکن یہ پامالی بلا کسی جھجھک کے علانیہ ہو رہی ہے - پس میں نے باہر کا تمام پروگرام منسوخ کردیا ' اور فیصلہ کرلیا کہ اُسوقت تک کلکتہ ہی میں رہونگا جب تک دوباتوں میں سے کوئی ایک بات ظہور میں نہ آجاے : یا گورنمنٹ اپنا کمیونک اور ارڈر واپس لیلیے - یا مجھے گرفتار کرلے -

گورنمنٹ نے ۱۰ - دسمبر کو مجھے گرفتار کرلیا - میں پورے اطمینان اور مسرت کے ساتھہ جیل کی طرف روانہ ہوا - کیونکہ میں اپنے پیچھے ایک فتح مند

میدان چھوڑ رہا تھا - میرا دل خوشي سے معمور ہے کہ کلکتہ اور بنگال نے میري توقعات پوري کردیں - وہ پہلے جسقدر پیچھے تھا - اُتنا هي آج سب سے آگے ہے - میں تسلیم کرتا هوں کہ اس کامیابي کیلیے گورنمنٹ کي امداد کا همیں پوري طرح اعتراف کرنا چاهیے - اگر وہ ۱۷ - نومبر کے بعد یہ طرز عمل اختیار نہ کرتي' تو فی الواقع همارے لیے آئندہ کاموں کے انتخاب میں چند در چند مشکلات تهیں - هم ۲۲ - کو بمبئي میں انهي مشکلات پر باهم غور و خوض کررہے تھے -

(دو حقیقتیں)

حقیقت یہ ہے کہ اِن گذشتہ ایام نے بہ یک وقت دونوں حقیقتیں صفحات تاریخ کیلیے مہیا کردیں - اگر ایک طرف گورنمنٹ کے چہرے سے اِدعا ؤ نمائش کے تمام نقاب دور هوگئے' تو دوسري طرف ملکي طاقت بھي ایک سخت آزمائش میں پڑ کر پوري طرح نمایاں هوگئي - دنیا نے دیکھہ لیا کہ اگر گورنمنٹ هر طرح کے جبر و تشدد میں بالکل بے حجاب اور بے لگام ہے' تو ملک میں بھي صبر وبرداشت کي طاقت روز افزوں نشو ؤ نما پا رهي ہے - جیسا کہ همیشہ انکار کیا گیا ہے' آج بھي اس کا موقعہ حاصل ہے کہ انکار کردیا جاے' لیکن کل تاریخ کیلیے یہ ایک نہایت هی عبرت انگیز داستان هوگي - یہ مستقبل کي رهنمائي کریگي کہ کیونکر اخلاقی مدافعت مادي طاقت کے جارحانہ گھمنڈ کو شکست دیسکتي ہے ؟ اور یہ کیسے هوسکتا ہے کہ صرف برداشت اور قرباني کے ذریعہ خونریز اسلحہ کا مقابلہ کیا جائے ؟ البتہ میں نہیں جانتا کہ ان دونوں فریقوں میں سے کس فریق کے اندر اس بڑے انسان کي تعلیم تلاش کي جاے جو برائي کے مقابلہ میں صبر و عفو کي تعلیم لیکر آیا تھا ؟ گورنمنٹ میں یا ملک میں ؟ میں خیال کرتا هوں کہ بیورو کریسي کے حکام اسکے نام سے ناواقف نہ هونگے - اُسکا نام " مسیح " تھا -

(گورنمنٹ کا فیصلہ اور شکست)

(۳) فلسفۂ تاریخ همیں بتلاتا ہے کہ ناداني اور نا عاقبت اندیشی همیشہ زوال پذیر طاقتوں کي رفیق هوتي ہے - گورنمنٹ نے خیال کیا کہ وہ جبر و تشدد

سے تحریک خلافت و سواراج کو پامال کردیگي ' اور ۲۴ - کي هڑتال رک جائیگي - اس نے والنٹیر کورز کو خلاف قانون قرار دیا ' اور بلا امتیاز تمام کارکن گرفتار کرلیے گئے - وہ سمجھتي تھي کہ والنٹیرز کي ممانعت اور کارکنوں کي گرفتاري کے بعد خلافت اور کانگریس کا نظام معطل هو جائیگا ' اور اس طرح خود بخود هڑتال رک جائیگي - لیکن بہت جلد گورنمنٹ کو معلوم هوگیا کہ جبر و تشدد جب قومي بیداري کے مقابلہ میں نمایاں هو ' تو وہ کوئي مہلک چیز نہیں هوتی - نہ تو هڑتال رک سکي ' نہ خلافت اور کانگریس کمیٹیاں معطل هوئیں ' اور نہ والنٹیرز کا کام ایک دن کیلیے بھي بند هوا ' بلکہ هماري غیر موجودگي میں یہ ساري چیزیں زیادہ طاقتور اور غیر مسخر هوگئیں - میں نے ۸ - دسمبر کو جو پیغام ملک کے نام لکھا تھا ' اسمیں گورنمنٹ بنگال کیلیے بھي یہ پیغام تھا : " میري اور مسٹر سي - آر - داس کي گرفتاري کے بعد کام زیادہ طاقت اور مستعدي کے ساتھہ جاري رهیگا ' اور ۲۴ - کو هڑتال اس سے زیادہ مکمل هوگي ' جسقدر هماري موجودگي میں هوسکتي تھي " چنانچہ ایسا هی هوا - گورنمنٹ خود اپنے پسند کیے هوے میدان میں هار گئي - اب وہ اپني شرمندگي چھپانے کیلیے هاتھہ پانؤں مار رهي هے ' اور جن لوگوں کو گرفتار کرچکي هے ' انہیں کسي نہ کسي طرح سزا دلانا چاهتي هے - لیکن یہ بالکل بے سود هے - طاقتور آدمي کو شکست کے بعد زیادہ غصہ آتا هے ' لیکن کوئي شکست اس لیے فتح نہیں بن جاسکتي کہ هم بہت زیادہ جھنجھلا سکتے هیں !

(دفعہ ۱۲۴ - الف)

غرضکہ میري گرفتاري صریح طور پر انھي واقعات کا نتیجہ هے ' اور اسي لیے دو هفتہ تک میرے خلاف دفعہ ۱۷ - ترمیم ضابطہ فوجداري هي کا دعوی قائم رها ' لیکن جب اس بارے میں کوئي سہارا نہ ملا تو میرے پریس اور مکان کی تلاشي لیگئي - تاکہ میري کوئي تحریر حاصل کرکے بناے مقدمہ قرار دي جاے - جب وهاں سے بھی کوئی مواد هاتھہ نہ آیا ' تو مجبوراً سي - آئي - ڈي کے محفوظ ذخیرہ کي طرف توجہ کي گئي - یہ ذخیرہ همیشہ اس

شریفانہ کام کیلیے مستعد رھتا ھے ' اور ضرورت کو کبھي مایوس نہیں کرتا - پس اس طرح بہ ھزار زحمت دفعہ ۱۲۴ - الف کا دعوی طیار ھوگیا -

(اجتمـــاع ضــــدین)

(۴) یہ پریشاني گورنمنٹ کو خود اسي کي منافقانہ روش کي وجہ سے پیش آرھی ھے - ایک طرف تو وہ چاھتی ھے کہ شخصي حکمرانوں کی طرح بے دریغ جبر و تشدد کرے - دوسري طرف چاھتی ھے کہ نمائشي قانون و عدالت کی آڑ بھی قائم رھے - یہ دونوں باتیں متضاد ھیں - جمع نہیں ھوسکتیں - نتیجہ یہ ھے کہ اسکی پریشانی و درماندگی روز بروز بڑھتی جاتی ھے - جو لوگ اسکے خیال میں سب سے زیادہ مستحق تعزیر ھیں ' اُنھی کو سزا دلانا اسکے لیے مشکل ھوگیا ھے - ابھی چند ھی مہینے گزرے ھیں کہ ھم کرانچی میں گورنمنٹ کی سراسیمگی و درماندگي کا تمسخر انگیز تماشا دیکھہ رھے تھے - جو سرکاري اِستغاثہ اس دعوی اور اھتمام کے ساتھہ شروع کیا گیا تھا ' اس سے خود گورنمنٹ کی پسندیدہ اور انتخاب کردہ جیوري بھی اتفاق نہ کرسکی !

لطف یہ ھے کہ یہ مشکلات گورنمنٹ کو ایسی حالت میں پیش آرھی ھیں جبکہ وہ جانتی ھے کہ نان کو اپریٹرز کی جانب سے ڈیفنس نہیں کیا جائیگا ' اور سخت سے سخت غلط بیانی اور قانون شکنی کی حالت میں بھی پردہ دري اور شکست کا کوئی کھٹکا نہیں ھے -

(نئي قانوني تشریحات)

گورنمنٹ نے اس اطمینان سے پوري طرح کام لینے میں کوئي کوتاھي بھي نہیں کي ھے - نان کو اپریٹرز کے مقدمات آجکل جسطرح چکاے جا رھے ھیں ' اس سے معلوم کیا جاسکتا ھے کہ " لا " اور " آرڈر " کے معنی بیورو کریٹک اصطلاح میں کیا ھیں ؟ " لا " اور " آرڈر " کي طرح اب دعوی ' ثبوت ' شہادت ' تشخیص ' (آئي - ڈینٹي فائي) وغیرہ تمام عدالتي مصطلحات کے معاني میں بھي انقلاب ھوگیا ھے - گویا نان کو اپریٹرز کو جلد سزا دیدینے کیلیے ھر طرح کي بے قاعدگي اور

قانون شکني جائز ھے - حتی کہ اس بات کی بھي تحقیق ضروري نہیں کہ جس انسان کے ملزم ھونے کا دعوی کیا گیا ھے، کٹہرے کا ملزم وھي آدمی ھے بھي یا نہیں ؟ ابھی اِسی ھفتہ جوڑا بگان کی عدالت سے ایک شخص " عبد الرحمن ھاشم " کو اس پر زور قانوني اور منطقی ثبوت پر چھہ ماہ کی سزا دیدیگئی ھے کہ " اعظم ھاشم " نامي ایک خلافت والنّثیر دنیا میں وجود رکھتا ھے ' اور دونوں کے نام میں لفظ " ھاشم " مشترک ھے ! خود میرے مقدمہ میں جو صریح بے ضابطگیاں کی گئی ھیں' انکا ذکر لا حاصل سمجھکر نہیں کرنا چاھتا ' ورنہ وھی اس حقیقت کے انکشاف کیلیے کافي تھیں - مثال کے طور پر صرف ایک واقعہ کا ذکر کرونگا جو بے قاعدگي اور غلط بیاني' دونوں کا مجموعہ ھے - مجھے دفعہ ١٧ - ترمیم ضابطۂ فوجداري سے بري کردیا گیا اور ۱۲۴ - الف کے ماتحت وارنٹ حاصل کیا گیا - قاعدہ کي رو سے رھائي اور از سر نو گرفتاري ' دونوں باتیں وقوع میں آني چاھیے تھیں - ~~لیکن~~ مگر یہ واقعہ ھے کہ ۱۲۴ - کا کوئي وارنٹ مجھپر تعمیل نہیں کیا گیا - حتی کہ ۶ - جنوري تک مجھے اسکا علم بھی نہیں ھوا - لیکن میرے سامنے مسٹر گولڈي ڈپٹي کمشنر پولیس نے یہ حلفیہ شہادت دي ھے کہ اس نے پریسیڈنسي جیل میں مجھپر وارنٹ سرو کیا ھے !

یہ سچ ھے کہ نان کو اپریٹر کسي طرح کا ڈیفنس نہیں کرتے ' لیکن میں سمجھتا ھوں کہ یہ کوئي اچھي بات نہیں ھے کہ آدمي اپنے تمام کپڑے اُتار ڈالے - اسلیے کہ شریف آدمي آنکھیں بند کرلینگے - شریف آدمیوں نے تو سچ مچ آنکھیں بند کرلي ھیں ' لیکن دنیا کی آنکھیں بند نہیں ھیں !

(قانـــون کا ڈرامـــا !)

في الحقیقت " لا " اور " آرڈر " کا ایک ڈراما کھیلا جا رھا ھے جسے ھم کامیڈي اور ٹریجڈي ' دونوں کہہ سکتے ھیں -

وہ تماشہ کی طرح مضحک بھي ھے اور مقتل کي طرح درد انگیز بھی - لیکن میں ٹریجڈي کہنا زیادہ پسند کرونگا - حسن اتفاق سے اسکا چیف ایکٹر انگلستان کا سابق چیف جسٹس ھے !

(میری تقریریں)

(٥) پراسیکیوشن کی جانب سے میری دو تقریریں ثبوت میں پیش کیگئی ھیں ' جو میں نے پہلی اور پندرھویں جولائی کو مرزا پور پارک کے جلسے میں کی تھیں - اُس زمانہ میں گورنمنٹ بنگال نے گرفتاریوں کیطرف پہلا قدم اُٹھایا تھا اور چار مبلغین خلافت پر مقدمہ چلاکر سزائیں دلائی تھیں - میں اُس وقت سفر سے بیمار واپس آیا تھا - میں نے دیکھا کہ لوگوں میں بے حد جوش پھیلا ھوا ھے ' اور ھر طرح کے مظاھرے کیلیے لوگ بیقرار ھیں - چونکہ میرے خیال میں گرفتاریوں پر مظاھرہ کرنا نوان کو اپریشن کے اُصول کے خلاف تھا ' اسلیے میں نے ھڑتال اور جلوس یک قلم روکدیے - اس پر عوام کو شکایت ھوئی ' تو میں نے یہ جلسے منعقد کیے ' اور لوگوں کو صبر و تحمل کی نصیحت کرتے ھوے سمجھایا کہ نان وایلنس نان کو اپریشن کے اصول میں یہ بات داخل ھے کہ گرفتاریوں پر صبر و سکون کے خلاف کوئی بات نہ کی جاے - اگر فی الواقع ان گرفتاریوں کا تمھارے دل میں درد ھے تو چاھیے کہ اصلی کام کرو ' اور بیرونی کپڑا ترک کرکے دیسی گاڑھا پہن لو -

اِستغاثہ نے جو نقل پیش کی ھے ' وہ نہایت ناقص ' غلط ' اور مسخ شدہ صورت ھے ' اور محض بے جوڑ اور بعض مقامات پر بے معنی جملوں کا مجموعہ ھے ' جیسا کہ اسکے پڑھنے سے ھر شخص سمجھہ لے سکتا ھے - تاھم میں اسکے غلط اور بے ربط جملوں کو چھوڑ کر (کیونکہ اسکے اعتراف سے میرا ادبی ذوق اِبا کرتا ھے) باقی وہ تمام حصہ تسلیم کرلیتا ھوں جسمیں گورنمنٹ کی نسبت خیالات کا اظہار ھے ' یا پبلک سے گورنمنٹ کے خلاف جد و جہد کی اپیل کی گئی ھے -

اِستغاثہ کی جانب سے صرف تقریریں پیش کردی گئی ھیں - یہ نہیں بتلایا ھے کہ انکے کن جملوں کو وہ ثبوت میں پیش کرنا چاھتا ھے ؟ یا اسکے خیال میں " مائی ڈیر برادرن " سے لیکر آخر تک سب ۱۲۴ - الف ھے ؟ میں نے بھی دریافت نہیں کیا - کیونکہ دونوں صورتیں میرے لیے یکساں ھیں - تاھم ان نقول کو دیکھتا ھوں تو اِستغاثہ کے خیال کے مطابق زیادہ سے زیادہ قابل ذکر جملے حسب ذیل ھیں :

" ایسي گورنمنت ظالم ھے - جوگورنمنت ناانصافي کے ساتھہ قائم ھو' ایسي گورنمنت کو یا تو انصاف کے آگے جھکنا چاھیے یا دنیا سے متا دینا چاھیے "

" اگر فی الحقیقت تمھارے دلوں میں اپنے گرفتار بھائیوں کا درد ھے' تو تم میں سے ھر شخص کا فرض ھے کہ وہ آج سونچ لے - کیا وہ اس بات کیلیے راضي ھے کہ جس جابرانہ قوت نے انھیں گرفتار کیا ھے' وہ اس بر اعظم میں اُسي طرح قائم رھے جس طرح اُن کي گرفتاري کے وقت تھي ؟ "

" اگر تم ملک کو آزاد کرانا چاھتے ھو' تو اسکا راستہ یہ ھے کہ جن چالاک دشمنوں کے پاس خونریزي کا بے شمار سامان موجود ھے' اُنھیں رائي برابر بھي اُسکے استعمال کا موقعہ نہ دو - اور کامل امن و برداشت کے ساتھہ کام کرو . . . . .

. . . . بعض لوگوں کا خیال ھے کہ جب تقریروں میں کوئي ایسي بات کہي جاتي ھے تو اُس سے مقرر کا مطلب یہ ھوتا ھے کہ اپنے بچاؤ کا سامان کرلے' ورنہ اُسکي دلی خواھش یہ نہیں ھوتي - لیکن میں سمجھتا ھوں کہ جو لوگ آج تمھارے لیے کام کر رھے ھیں' تم میں سے کوئي آدمي بھي یہ ماننے کیلیے طیار نہ ھوگا کہ وہ جیل جانے یا نظربند ھونے سے ڈرتے ھیں - (پس) اگر وہ یہ کہتے ھیں کہ امن و نظم کے ساتھہ کام کرنا چاھیے' تو انکا مطلب یہ نہیں (ھوسکتا) کہ اس ظالمانہ گورنمنت (کے ساتھہ) وفاداري کرني چاھتے ھیں - جو گورنمنت' اُسکي طاقت' اور (اُسکا) تخت آج دنیا میں سب سے بڑا گناہ ھے' یقیناً وہ اس گورنمنت کے وفادار نہیں ھوسکتے "

اِسکے بعد میں نے کہا ھوگا' مگر کاپي میں نہیں ھے " وہ تو صرف اسلیے یہ کہتے ھیں کہ خود تمھاري کامیابي با امن رھنے پر موقوف ھے - تمھارے پاس وہ شیطاني ھتیار نہیں ھیں' جن سے یہ گورنمنت مسلح ھے - تمھارے پاس صرف ایمان ھے' دل ھے' قرباني کي طاقت ھے - تم اِنھي طاقتوں سے (اصل میں " ھتیاروں سے " ھوگا) کام لو - اگر تم چاھو کہ اسلحہ کے ذریعہ فتح کرو' تو تم نہیں کرسکتے - آج امن و سکون سے بڑھکر (تمھارے لیے) کوئي چیز نہیں " -

" اگر تم صرف چند گھڑیوں کیلیے گورنمنٹ کو حیران کرنا چاھتے ھو' تو اُسکے لیے میرے پاس بہت سے نسخے ھیں - اگر خدا نخواستہ میں اِس گورنمنٹ کا اِستحکام چاھتا' تو وہ نسخے بتلادیتا . . . . (لیکن) میں تو ایسي جنگ چاھتا ھوں (جو) ایک ھي دن میں ختم نہ ھو جاے' بلکہ فیصلہ کے آخري دن تک' (جاري رھے) اور جب فیصلہ کي گھڑي آجائے' تو پھر یا تو یہ گورنمنٹ باقي نہ رھے' یا تیس کروڑ (انسان) باقی نہ رِھیں "

جو الفاظ بریکٹ کے اندر ھیں' وہ تقریر کي پیش کردہ کاپیوں میں نہیں ھیں لیکن عبارت کے با معني ھونے کیلیے ضروري ھیں - میں نے اسلیے تصحیح کردي کہ پراسیکیوشن کو استدلال میں مدد ملے - اگر اسکے مقصد کیلیے پوري تقریر کي تصحیح و تکمیل ضروري ھو' تو میں اسي طرح کردینے کیلیے تیار ھوں -

ان کے علاوہ دونوں تقریروں میں لوگوں کو نان کو اپریشن کي دعوت دي ھے' مطالبات خلافت اور سواراج کو دھرایا ھے' پنجاب کے مظالم کو وحشیانہ کہا ھے' لوگوں کو بتلایا ھے کہ جو گورنمنٹ جلیانوالا باغ امرتسر میں چند منٹوں کے اندر سینکڑوں انسانوں کو قتل کرڈالے اور اسکو جائز فعل بتلاے' اس سے نا انصافي کي کوئي بات بھي بعید نہیں -

(اقـــرار)

(۶) میں اقرار کرتا ھوں کہ میں نے نہ صرف انھي دو موقعوں پر بلکہ گذشتہ دو سال کے اندر اپني بے شمار تقریروں میں یہ' اور اسي مطلب کے لیے اس سے زیادہ واضح اور قطعي جملے کہے ھیں - ایسا کہنا میرے اعتقاد میں میرا فرض ھے - میں فرض کي تعمیل سے اسلیے باز نہیں رھسکتا کہ وہ ۱۲۴ - الف - کا جرم قرار دیا جائیگا - میں اب بھي ایسا ھي کہنا چاھتا ھوں' اور جب تک بول سکتا ھوں' ایسا ھي کہتا رھونگا - اگر میں ایسا نہ کہوں تو اپنے آپ کو خدا اور اسکے بندوں کے آگے بدترین گناہ کا مرتکب سمجھوں -

(موجودہ گورنمنٹ ظالم ہے)

(۷) یقیناً میں نے کہا ہے " موجودہ گورنمنٹ ظالم ہے " لیکن اگر میں یہ نہ کہوں تو آور کیا کہوں ؟ میں نہیں جانتا کہ کیوں مجھسے یہ توقع کي جاے کہ ایک چیز کو اسکے اصلي نام سے نہ پکاروں ؟ میں سیاہ کو سفید کہنے سے انکار کرتا ہوں -

میں کم سے کم اور نرم سے نرم لفظ جو اس بارے میں بول سکتا ہوں یہي ہے- ایسي ملفوظ صداقت جو اس سے کم ہو' میرے علم میں کوئي نہیں -

میں یقیناً یہ کہتا رہا ہوں کہ ہمارے فرض کے سامنے دوھي راہیں ہیں: گورنمنٹ نا انصافي اورحق تلفی سے باز آجاے - اگر باز نہیں آسکتي تو متا دي جاے- میں نہیں جانتا کہ اسکے سوا آور کیا کہا جاسکتا ہے ؟ یہ توانساني عقائد کي اتني پراني سچائي ہے کہ صرف پہاڑ اور سمندر ھي اسکے ہم عمر کہے جاسکتے ہیں - جو چیز بري ہے' اسے یا تو درست ہوجانا چاہیے' یا مٹ جانا چاہیے - تیسري بات کیا ہوسکتي ہے ؟ جبکہ میں اس گورنمنٹ کي برائیوں پریقین رکھتا ہوں' تو یقیناً یہ دعا نہیں مانگ سکتا کہ درست بھي نہ ہو اور اسکي عمر بھي دراز ہو !

(میرا یہ اعتقاد کیوں ہے ؟)

(۸) میرا اور میرے کروروں ہم وطنوں کا ایسا اعتقاد کیوں ہے ؟

اسکے وجوہ و دلائل اب اسقدر آشکارا ہوچکے ہیں کہ ملٹن کے لفظوں میں کہا جاسکتا ہے " سورج کے بعد دنیا کي ہرچیز سے زیادہ واضح اور محسوس " محسوسات کیلیے ہم صرف یہي کہہ سکتے ہیں کہ انکار نہ کرو - تاہم میں کہنا چاھتا ہوں کہ میرا یہ اعتقاد اسلیے ہے کہ میں ہندوستاني ہوں' اسلیے ہے کہ میں مسلمان ہوں' اسلیے ہے کہ میں انسان ہوں -

(شخصي اقتدار بالذات ظلم ہے)

میرا اعتقاد ہے کہ آزاد رہنا ہر فرد اور قوم کا پیدائشي حق ہے - کوئي انسان یا انسانوں کي گڑھي ہوئي بیورو کریسي یہ حق نہیں رکھتي کہ خدا کے بندوں کو اپنا

محکوم بنائے - محکومي اور غلامي کیلیے کیسے هي خوشنما نام کیوں نه رکهه لیے جائیں' لیکن وہ غلامي هي هے ' اور خدا کي مرضي اور اسکے قانون کے خلاف هے - پس میں موجودہ گورنمنت کو جائز حکومت تسلیم نہیں کرتا' اور اپنا ملکي' مذهبي' اور انساني فرض سمجهتا هوں که اس کي محکومي سے ملک و قوم کو نجات دلاؤں -

" اصلاحات " اور " بتدریج توسیع اختیارات" کا مشہور مغالطه میرے اس صاف اور قطعي اعتقاد میں کوئي غلط فہمي پیدا نہیں کرسکتا - آزادي انسان کا پیدائشي حق هے ' اور کسي انسان کو اختیار نہیں که حقوق کي ادایگي میں حد بندي اور تقسیم کرے یه کہنا که کسي قوم کو اُسکي آزادي بتدریج ملني چاهیے ' بعینه ایسي هي هے جیسے کہا جاے که مالک کو اُسکي جائداد اور قرضدار کو اُسکا قرض ٹکرے ٹکرے کرکے دینا چاهیے - میں تسلیم کرتا هوں که اگر مقروض سے ایک هي دفعه قرض واپس نه ملسکے تو قرضدار کو یہي کرنا پڑیگا که قسط کي صورت میں وصول کرے - لیکن یه ایک مجبوري کا سمجهوتا هوگا - اس سے به یک دفعه وصولي کا حق زائل نہیں هو جاسکتا -

" رفارم " کي نسبت میں روس کے عظیم الشان لیو ٹالسٹائي (Leo Talstoy) کے لفظوں میں کہونگا " اگر قیدیوں کو اپنے ووٹ سے اپنا جیلر منتخب کرلینے کا اختیار ملجاے ' تو اس سے وہ آزاد نہیں هو جائینگے "

میرے لیے اسکے اچھے برے کاموں کا سوال ایک ثانوي سوال هے - پہلا سوال خود اسکے وجود کا هے - میں ایسے حاکمانه اقتدار کو به اعتبار اُسکي خلقت هي کے ناجائز یقین کرتا هوں - اگر وہ تمام نا انصافیاں ظهور میں نه آتیں جو اس کثرت سے واقع هوچکي هیں ' جب بهي میرے اعتقاد میں وہ ظلم تها - کیونکه اسکي هستي هی سب سے بڑي نا انصافي هے ' اور اسکي برائي کیلیے اسقدر کافي هے که وہ موجود هو - اگر وہ اچهے کام کرے' تو اسکي اچهائي تسلیم کرلي جائیگي ' لیکن اسکا وجود ناجائز اور نا انصافي هي رهیگا - اگر ایک شخص هماري جائداد پر قابض هوکر بہت اچهے اور نیک کام انجام دیے' تو اُسکے کاموں کي خوبي کي وجه اُسکا قبضه جائز نہیں هو جاسکتا -

برائي میں کم و کیفیت کے اعتبار سے تقسیم کي جاسکتي ہے ' لیکن حسن و قبح کے اعتبار سے اُسکي ایک ھي قسم ہے - یعنے اس اعتبار سے تقسیم ھوسکتي ہے کہ وہ کتني ہے اور کیسي ہے ؟ اس اعتبار سے نہیں ھوسکتي کہ وہ اچھي ہے یا بري ہے ؟ ھم یہ کہہ سکتے ھیں کہ " زیادہ بري چوري " اور " کم بري چوري " لیکن یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ " اچھي چوري " اور " بري چوري " ؟ پس میں بیوروکریسي کي اچھائي اور جائز ھونے کا کسي حال میں بھي تصور نہیں کرسکتا - کیونکہ وہ في نفسہ ایک ناجائز عمل ہے - البتہ اسکي برائي کم اور زیادہ ھوسکتي ہے - لیکن ھندوستان کي بیوروکریسي تو اتنا بھي نہ کرسکي کہ اپني خلقي برائي ھي پر قانع رھتي - جب اُسکي خلقي برائي پر اُسکي بے شمار عملي برائیوں کا بھي برابر اضافہ ھورھا ہے ' تو پھر کیونکر اِسکا تصور بھي کیا جاسکتا ہے کہ اسکے ظلم کا اعلان نہ کیا جاے ؟

(اسلام اور بیوروکریسي)

(۹) میں مسلمان ھوں' اور بحیثیت مسلمان ھونے کے بھي میرا مذھبي فرض یہي ہے -

اسلام کسي ایسے اقتدار کو جائز تسلیم نہیں کرتا جو شخصي ھو' یا چند تنخواہ دار حاکموں کي بیوروکریسي ھو - وہ آزادي اور جمہوریت کا ایک مکمل نظام ہے' جو نوع انساني کو اسکي چھیني ھوئي آزادي واپس دلانے کیلیے آیا تھا - یہ آزادي بادشاھوں ' اجنبي حکومتوں ' خود غرض مذھبي پیشواؤں ' اور سوسایٹي کي طاقتور جماعتوں نے غصب کر رکھي تھي - وہ سمجھتے تھے کہ حق طاقت اور قبضہ ہے - لیکن اسلام نے ظاھر ھوتے ھي اعلان کیا کہ حق طاقت نہیں ہے بلکہ خود حق ہے' اور خدا کے سوا کسي انسان کو سزاوار نہیں کہ بندگان خدا کو اپنا محکوم اور غلام بناے - اُس نے اِمتیاز اور بالا دستي کے تمام قومي اور نسلي مراتب یکقلم مٹادیے' اور دنیا کو بتلادیا کہ سب انسان درجے میں برابر ھیں' اور سب کے حقوق مساوي ھیں - نسل ' قومیت ' رنگ ' معیار فضیلت نہیں ہے ' بلکہ صرف عمل ہے - اور سب سے بڑا وھي ہے' جسکے کام سب سے اچھے ھوں : یا ایھا الناس !

سفاکوں کے زمانے میں بھی وہ مسلمان موجود رہے جنکی زبانیں اعلان حق میں أنکی تلواروں سے بھی زیادہ تیز تھیں - شیخ سعدی شیرازی نے (جنکی " گلستان" کا نام اس کورٹ نے بھی سنا ہوگا) ھلاکو خاں کے منہہ پر أسے ظالم کہا - شمس الدین تیاری نے مذکو خاں کے دربار میں اسکی ھلاکت کی دعا مانگی - شیخ الاسلام احمد ابن تیمیہ نے ابا قا آن پر برسر دربار لعنت بھیجی - تاتاریوں کے پاس بے دریغ قتل کردینے کا قانون تھا - تاھم " تورۂ چنگیز خانی " (قوانین چنگیز خاں) میں کوئی دفعہ ۱۲۴ - الف نہ تھی !

(" حجاج " اور " ریڈنگ ")

ھم مسلمانوں کا جب اپنی قومی گورنمنٹوں کے ساتھہ (جنکی اطاعت از روے شرع ھم پر واجب ھے) ایسا سلوک رھا ھے ' تو پھر ایک اجنبی گورنمنٹ کے کارندے ھم سے کیا امید رکھتے ھیں ؟ کیا ھندوستان کی " از روے قانون قائم شدہ " گورنمنٹ ھمارے لیے اُس گورنمنٹ سے بھی زیادہ محترم ھے جو " از روے شریعت اسلام " واجب الاطاعت ھے ؟ کیا انگلستان کی پادشاھت اور لارڈ ریڈنگ کی نیابت عبد الملک کی خلافت اور حجاج بن یوسف کی نیابت سے بھی ھمارے لیے زیادہ مقتدر ھوسکتی ھے ؟ اگر ھم " اجنبی و غیر مسلم " اور " قومی و مسلم " کا عظیم الشان اور شرعی فرق بالکل نظر انداز کردیں ' جب بھی ھم سے صرف یہی امید کی جاسکتی ھے کہ جو کچھہ حجاج بن یوسف اور خالد قسری کی گورنمنٹوں کیلیے کہہ چکے ھیں' وھی " چمسفورڈ " اور " ریڈنگ " کی گورنمنٹوں کیلیے بھی کہیں - ھم نے اُنسے کہا تھا " اتق اللہ فقد ملاءت الارض ظلما و جورا " خدا سے ڈرو کیونکہ تمھارے ظلم سے زمین بھرگئی ھے ! یہی ھم آج بھی کہتے ھیں !

حقیقت یہ ھے کہ ھم اپنی کمزوری اور بے بسی کی وجہ سے آج ھندوستان میں جو کچھہ کر رھے ھیں ' وہ در اصل قومی حکمرانوں کے ظلم و جور کیلیے ھمیں بتلایا گیا تھا ' نہ کہ ایک اجنبی قبضۂ و تصرف کے مقابلے میں - اگر برٹش گورنمنٹ کے ارکان اس حقیقت کو سمجھتے تو انہیں تسلیم کرنا پڑتا کہ مسلمانوں کے تسامح اور

درگذر کي حد هوگئي هے - اس سے زیادہ وہ اسلام کو برطانیہ کیلیے نہیں چھوڑ سکتے !

اسلام نے حکمرانوں کے ظلم کے مقابلہ میں دو طرح کے طرز عمل کا حکم دیا هے کیونکہ حالتیں بھي دو مختلف هیں : ایک ظلم اجنبي قبضۂ و تسلط کا هے - ایک خود مسلمان حکمرانوں کا هے - پہلے کیلیے اسلام کا حکم هے کہ تلوار سے مقابلہ کیا جاے - دوسرے کیلیے حکم هےکہ تلوار سے مقابلہ تو نہ کیاجاے لیکن " امر بالمعروف " اور " اعلان حق " جسقدر بھي امکان میں هو ' هر مسلمان کرتا رهے - پہلي صورت میں دشمنوں کے هاتھوں قتل هونا پڑیگا - دوسري صورت میں ظالم حکمرانوں کے هاتھوں طرح طرح کي اذیتیں اور سزائیں جھیلني پڑینگي - مسلمانوں کو دونوں حالتوں میں دونوں طرح کي قربانیاں کرني چاهئیں ' اور دونوں کا نتیجہ کامیابي و فتح مندي هے - چنانچہ گذشتہ تیرہ صدیوں میں مسلمانوں نے دونوں طرح کي قربانیاں کیں - اجنبیوں کے مقابلے میں سر فروشي بھي کي ' اور اپنوں کے مقابلے میں صبر و استقامت بھي دکھلائي - پہلي صورتوں میں جس طرح انکي " جنگي جد و جہد " کوئي مثال نہیں رکھتي - اسي طرح دوسري صورت میں اُنکي " شهري جد و جہد " بھي عدیم النظیر هے -

هندوستان میں آج مسلمانوں نے دوسري صورت اختیار کي هے ' حالانکہ مقابلہ انکا پہلي حالت سے هے - اُنکے لیے " جنگي جد و جہد " کا وقت آ گیا تھا - لیکن انہوں نے " شهري جد و جہد " کو اختیار کیا - انہوں نے " نوان و ایلنس " رهنے کا فیصلہ کرکے تسلیم کرلیا هے کہ وہ هتیار سے مقابلہ نہ کرینگے - یعني صرف وهی کرینگے ' جو اُنہیں مسلمان حکومتوں کے ظلم کے مقابلے میں کرنا چاهیے - بلاشبہ اس طرز عمل میں هندوستان کي ایک خاص طرح کي حالت کو بھي دخل هے - لیکن گورنمنٹ کو سونچنا چاهیے کہ اس سے زیادہ بدبخت مسلمان اور کیا کرسکتے هیں ؟ حد هوگئي کہ اجنبیوں کے ظلم کے مقابلے میں وہ بات کر رهے هیں ' جو اُنہیں اپنوں کے مقابلے میں کرني تھي !

(انقـــلاب حـــال !)

میں سچ کہتا ہوں - مجھے اسکي رائي برابر بھي شکایت نہیں کہ سزا دلانے کیلیے مجھہ پر مقدمہ چلایا گیا ہے - یہ بات تو بہرحال ہوني ہي تھي - لیکن حالات کا یہ انقلاب میرے لیے بڑا ہي درد انگیز ہے کہ ایک مسلمان سے کتمان شہادت کي توقع کي جاتي ہے ' اور کہا جاتا ہے کہ وہ ظلم کو صرف اسلیے ظلم نہ کہے کہ دفعہ ۱۲۴ - الف کا مقدمہ چلایا جائیگا !

مسلمانوں کو حق گوئي کا جو نمونہ انکی قومي تاریخ دکھلاتي ہے' وہ تو یہ ہے کہ ایک جابر حکمران کے سامنے ایک بے پروا انسان کھڑا ہے - اسپر الزام یہي ہے کہ اس نے حکمراں کے ظلم کا اعلان کیا - اِسکي پاداش میں اُسکا ایک ایک عضو کاٹا جا رہا ہے - لیکن جب تک زبان نہیں کٹ جاتي' وہ یہي اعلان کرتي رہتي ہے کہ حکمراں ظالم ہے ! یہ واقعہ خلیفۂ عبد الملک کے زمانے کا ہے جسکي حکومت افریقہ سے سندھہ تک پھیلي ہوئي تھي - تم دفعہ ۱۲۴ - الف کو اس سزا کے ساتھہ تول لے سکتے ہو !

میں اس درد انگیز اور جانکاہ حقیقت سے انکار نہیں کرتا کہ اس انقلاب حالت کے ذمہ دار خود مسلمان ہي ہیں - انہوں نے اسلامي زندگي کے تمام خصائص کھو دیے ' اور انکي جگہ غلامانہ زندگی کے تمام رذائل قبول کرلیے - اُنکی موجودہ حالت سے بڑھکر دنیا میں اسلام کیلیے کوئي فتنہ نہیں - جبکہ میں یہ سطریں لکھہ رہا ہوں ' تو میرا دل شرمندگی کے غم سے پارہ پارہ ہو رہا ہے کہ اسي ہندوستان میں وہ مسلمان بھی موجود ہیں جو اپني ایمانی کمزوري کی وجہ سے علانیہ ظلم کي پرستش کر رہے ہیں !

(آزادي یا مـــوت)

لیکن انسانوں کي بدعملی سے کسی تعلیم کی حقیقت نہیں جھٹلائي جاسکتي - اِسلام کی تعلیم اُسکي کتاب میں موجود ہے - وہ کسی حال میں بھي

جائز نہیں رکھتی کہ آزادی کھوکر مسلمان زندگی بسر کریں - مسلمانوں کو مٹ جانا چاھیے - یا آزاد رھنا چاھیے - تیسری راہ اسلام میں کوئی نہیں -

اسی لیے میں نے آج سے بارہ سال پہلے " الھلال " کے ذریعہ مسلمانوں کو یاد دلایا تھا کہ آزادی کی راہ میں قربانی و جان فروشی انکا قدیم اسلامی ورثہ ھے - اُنکا اسلامی فرض یہ ھے کہ ھندوستان کی تمام جماعتوں کو اس راہ میں اپنے پیچھے چھوڑ دیں - میری صدائیں بیکار نہ گئیں - مسلمانوں نے اب آخری فیصلہ کرلیا ھے کہ اپنے ھندو، سکھہ، عیسائی، پارسی بھائیوں کے ساتھہ ملکر اپنے ملک کو غلامی سے نجات دلائینگے -

(مسئلۂ خلافت و پنجاب)

(۱۰) میں یہاں گورنمنٹ کی اُن نا انصافیوں کا افسانہ نہیں چھیڑونگا جو مسئلۂ " خلافت " اور مظالم " پنجاب " کا عالمگیر افسانہ ھیں - لیکن میں اقرار کرونگا کہ گذشتہ دو سال کے اندر کوئی صبح و شام مجھہ پر ایسی نہیں گذری ھے، جسمیں میں نے " خلافت " اور " پنجاب " کیلیے گورنمنٹ کے مظالم کا اعلان نہ کیا ھو - میں تسلیم کرتا ھوں کہ میں نے ھمیشہ یہ کہا ھے - جو گورنمنٹ اسلامی خلافت کو پامال کر رھی ھو، اور مظالم پنجاب کیلیے کوئی تلافی اور شرمندگی نہ رکھتی ھو، ایسی گورنمنٹ کیلیے کسی ھندوستانی کے دل میں وفاداری نہیں ھوسکتی- گورنمنٹ کی جگہ وہ ایک فریق محارب کی حیثیت رکھتی ھے -

میں نے ۱۳ دسمبر سنہ ۱۹۱۸ - کو (جب میں رانچی میں گورنمنٹ آف اِنڈیا کے حکم سے نظر بند تھا) لارڈ چمسفورڈ کو ایک مفصل چٹھی لکھی تھی - اسمیں واضح کردیا تھا کہ خلافت اور جزیرۃ العرب کے بارے میں اسلامی احکام کیا ھیں ؟ میں نے لکھا تھا کہ اگر برٹش گورنمنٹ اسلامی خلافت اور اسلامی ممالک پر خلاف وعدہ متصرف ھوگئی، تو اسلامی قانون کی رُو سے ھندوستانی مسلمان ایک انتہائی کشمکش میں مبتلا ھو جائینگے - اُنکے لیے صرف دو ھی راھیں رھجائینگی - یا اسلام کا ساتھہ دیں، یا برٹش گورنمنٹ کا - وہ مجبور ھونگے کہ اسلام کا ساتھہ دیں -

بالآخر وهي ہوا - گورنمنٹ صریح وعدہ خلافي سے باز نہ رہی - اُس وعدہ کا بھی ایفا ضروري نہ سمجھا گیا جو گورنمنٹ آف انڈیا نے ۲ - نومبر سنہ ۱۹۱۴ - کے اعلان میں کیا تھا ' اور وہ وعدہ بھي فریب وقت ثابت ہوا جو مسٹر لائڈ جارج وزیر اعظم انگلستان نے ۵ - جنوري سنہ ۱۹۱۸ - کو ہاؤس آف کامنس کی تقریر میں کیا تھا - شریف آدمیوں کیلیے وعدہ خلافي عیب ہے ' لیکن طاقتور حکومتوں کیلیے کوئي بات بھی عیب نہیں ہے !

اس حالت نے مسلمانوں کیلیے آخري درجہ کي کشمکش پیدا کردي - اسلامی قانون کي رو سے کم ازکم بات جو انکے فرائض میں داخل تھی ' یہ تھی کہ ایسی گورنمنٹ کي اعانت اورکوا پریشن سے ہاتھہ کھینچ لیں - چنانچہ انہوں نے ایسا ھی کیا - وہ اُسوقت تک اسپر قائم رہینگے ' جب تک اُنہیں اپنا مذہب اور مذہب کے اٹل احکام عزیز ہیں -

مسلمانوں کو یقین ہوگیا ہے کہ اگر وہ حق و انصاف چاھتے ہیں تو اسکی راہ صرف ایک ھی ہے - سواراج کا حصول - یعنی ایسي قومی گورنمنٹ کا حصول جو ہندوستانیوں کی ہو ' ہندوستان میں ہو ' اور ہندوستان کیلیے ہو -

(اگر ظلم نہیں تو کیا عدل ہے ؟)

(۱۱) غرضکہ اس بارے میں میرا اقرار بالکل صاف اور واضح ہے - موجودہ گورنمنٹ محض ایک ناجائز بیوروکریسی ہے ' وہ کروروں انسانوں کی مرضی اور خواھش کیلیے محض نفی ہے ' وہ ہمیشہ انصاف اور سچائی پر پرسٹیج کو ترجیح دیتي ہے ' وہ جلیانوالا باغ امرتسر کا وحشیانہ قتل عام جایز رکھتي ہے ' وہ انسانوں کیلیے اس حکم میں کوئي نا انصافی نہیں مانتي کہ چارپایوں کي طرح پیٹ کے بل چلائیں جائیں ' وہ بے گناہ لڑکوں کو صرف اسلیے تازیانے کي ضرب سے بے ہوش ہو جانے دیتي ہے کہ کیوں ایک بت کي طرح " یونین جیک " کو سلام نہیں کرتے ؟ وہ تیس کرور انسانوں کي پیہم التجاؤں پر بھي اسلامي خلافت کي پامالي سے باز نہیں آتي ' وہ اپنے تمام وعدوں کے توڑ دینے میں کوئي عیب

نہیں سمجھتی' وہ سمرنا اور تھریس کو صریح نا منصفانہ طور پر یونانیوں کے حوالہ کردیتی ہے' اور پھر تمام اسلامی آبادی کے قتل و غارت کا تماشا دیکھتی ہے -

انصاف کی پامالی میں اسکی جراءت آن تھک اور دلیری بالکل بے باک ہے اور حقیقت کو جھٹلاتے ہوے اسکے منھہ میں کوئی لگام نہیں - سمرنا میں ۷۰ - فی صدی مسلمانوں کی آبادی ہے ' مگر وزیر اعظم بغیر کسی شرمندگی کے مسیحی آبادی کی کثرت کا اعلان کردیتا ہے - یونانی حکومت تمام اسلامی آبادی کو خون اور آگ کے سیلاب میں غرق کردیتی ہے ' لیکن وہ بے دھڑک ترکی مظالم کی فرضی داستانیں بیان کرتا رہتا ہے ' اور خود انگلستان کے بھیجے ہوے امریکن کمیشن کی رپورٹ پوشیدہ کردی جاتی ہے !

پھر نہ تو ان تمام مظالم و جرائم کیلیے اسکے پاس اعتراف ہے' نہ تلافی - بلکہ ملک کی جایز اور با امن جد و جہد کو پامال کرنے کیلیے ہر طرح کا جبر و تشدد شروع کردیا جاتا ہے ' اور وہ سب کچھہ کیا جاتا ہے جو گذشتہ ایک سال کے اندر ہوچکا ہے' اور ۱۸ - نومبر سے اسوقت تک ملک کے ہر حصہ میں ہو رہا ہے - میں اگر ایسی گورنمنٹ کو " ظالم " اور " یا درست ہو جاؤ یا مٹ جاؤ " نہ کہوں ' تو کیا " عادل " اور " نہ تو درست ہو' نہ مٹو " کہوں ؟

کیا صرف اسلیے کہ ظلم طاقتور ہے اور اسکے پاس جیل ہے ' اسکا حق دار ہو جاتا ہے کہ اسکا نام بدلدیا جاے ؟ میں اٹلی کے نیک اور حریت پرست جوزف میزینی (~~Massini~~ Mazzini) کی زبان میں کہونگا " ہم صرف اسلیے کہ تمہارے ساتھہ عارضی طاقت ہے' تمہاری برائیوں سے انکار نہیں کرسکتے " -

(" جرم " کا قدیم اور نا قابل شمار ارتکاب)

(۱۲) میں نہایت متعجب ہوں کہ میرے خلاف صرف یہی دو ناتمام اور نا کافی تقریریں کیوں پیش کیگئی ہیں ؟ کیا ان ہزاروں صفحات سے جو میرے قلم سے نکل چکے ہیں ' اور ان بے شمار تقریروں سے جنکی صدائیں ہندوستان کے ایک ایک گوشہ میں گونج چکی ہیں' صرف یہی سرمایہ گورنمنٹ بہم پہنچا سکی ؟

میں اقرار کرتا ہوں کہ میری کوئی تقریر گذشتہ دو سال کے اندر ایسی نہیں ہوئی ہے جسمیں یہ تمام باتیں میں نے بیان نہ کی ہوں -

میں متصل بارہ سال سے اپنی قوم و ملک کو آزادی و حق طلبی کی تعلیم دے رہا ہوں - میری ۱۸ - برس کی عمر تھی جب میں نے اس راہ میں تقریر و تحریر شروع کی - میں نے زندگی کا بہترین حصہ یعنی عہد شباب صرف اسی مقصد کے عشق میں قربان کردیا - میں اسی کی خاطر چار سال تک نظر بند رہا ' مگر نظر بندی میں بھی میری ہر صبح و شام اِسی کی تعلیم و تبلیغ میں بسر ہوئی - " رانچی " کے در و دیوار اسکی شہادت دے سکتے ہیں جہاں میں نے نظر بندی کا زمانہ بسر کیا ہے - یہ تو میری زندگی کا دائمی مقصد ہے - میں صرف اسی ایک کام کیلیے جی سکتا ہوں : ان صلاتی ' و نسکی ' و محیای ' و مماتی ' للہ رب العالمین !

(آخـــری اســـلامی تحـــریک)

(۱۳) میں اس " جرم " سے کیونکر انکار کرسکتا ہوں جبکہ میں ہندوستان کی اس آخری " اسلامی تحریک " کا داعی ہوں ' جس نے مسلمانان ہند کے پولیٹکل مسلک میں ایک انقلاب عظیم پیدا کردیا - اور بالاخر وہاں تک پہونچا دیا جہاں آج نظر آرہے ہیں - یعنی اُن میں سے ہر فرد میرے اس جرم میں شریک ہوگیا ہے - میں نے سنہ ۱۹۱۲ - میں ایک اردو جرنل " الہلال " جاری کیا جو اس تحریک کا آرگن تھا ' اور جسکی اشاعت کا تمام تر مقصد وہی تھا جو اوپر ظاہر کرچکا ہوں - یہ امر واقعہ ہے کہ الہلال نے تین سال کے اندر مسلمانان ہند کی مذہبی اور سیاسی حالت میں ایک بالکل نئی حرکت پیدا کردی - پہلے وہ اپنے ہندو بھائیوں کی پولیٹکل سرگرمیوں سے نہ صرف الگ تھے ' بلکہ اسکی مخالفت کیلیے بیورو کریسی کے ہاتھہ میں ایک ہتیار کی طرح کام دیتے تھے - گورنمنٹ کی تفرقہ انداز پالیسی نے انہیں اس فریب میں مبتلا کر رکھا تھا کہ ملک میں ہندوؤں کی تعداد بہت زیادہ ہے ' ہندوستان اگر آزاد ہوگیا تو ہندو گورنمنٹ قائم ہوجائیگی - مگر الہلال نے مسلمانوں کو تعداد کی جگہ ایمان پر اعتماد کرنے کی تلقین کی '

اور بے خوف ہوکر ہندوؤں کے ساتھہ ملجانے کي دعوت دي - اسي سے وہ تبدیلیاں رو نما ہوئیں جنکا نتیجہ آج متحدہ تحریک خلافت و سواراج ہے - بیورو کریسي ایک ایسي تحریک کو زیادہ عرصہ تک برداشت نہیں کرسکتي تھي - اسلیے پہلے الہلال کي ضمانت ضبط کي گئي - پھر جب " البلاغ " کے نام سے دوبارہ جاري کیا گیا تو سنہ ١٩١٦ - میں گورنمنٹ آف اِنڈیا نے مجھے نظر بند کردیا -

میں بتلانا چاھتا ہوں کہ " الہلال " تمامتر " آزادي یا موت " کي دعوت تھي - اسلام کي مذہبي تعلیمات کے متعلق اس نے جس مسلک بحث و نظر کی بنیاد ڈالی ' اسکا ذکر یہاں غیر ضروري ہے - صرف اسقدر اشارا کرونگا کہ ہندوؤں میں آج مہاتما گاندھي مذہبی زندگی کی جو روح پیدا کر رہے ہیں ' الہلال اس کام سے سنہ ١٩١٤ - میں فارغ ہوچکا تھا - یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ مسلمانوں اور ہندوؤں ' دونوں کی نئی اور طاقتور سرگرمي اُسی وقت شروع ہوئی ' جب دونوں میں مغربی تہذیب کی جگہ مذہبی تعلیم کی تحریکوں نے پوري طرح فروغ پالیا -

(خلافت کانفرنس کلکتہ)

(١٤) چار سال کے بعد پہلي جنوري سنہ ١٩٢٠ - کو میں رہا کیا گیا - اسوقت سے گرفتاري کے لمحہ تک ' میرا تمام وقت انہي مقاصد کي اشاعت و تبلیغ میں صرف ہوا ہے - ٢٨ - ٢٩ - فروري سنہ ١٩٢٠ - کو اسي کلکتہ کے ٹاؤن ہال میں خلافت کانفرنس کا جلسہ ہوا تھا ' اور مسلمانوں نے مایوس ہوکر اپنا آخري اعلان کردیا تھا :

" اگر برٹش گورنمنٹ نے مطالبات خلافت کي اب بھی سماعت نہ کی ' تو مسلمان اپنے شرعی احکام کی رو سے مجبور ہو جائینگے کہ تمام وفادارانہ تعلقات منقطع کرلیں " -

میں اس کانفرنس کا پریسیڈنٹ تھا -

میں نے اسکے طولانی پریسیڈنشل ایڈرس میں وہ تمام امور بہ تفصیل بیان کردیے تھے جو اسقدر ناقص شکل میں ان دو تقریروں کے اندر دکھلائے گئے ہیں -

(موالات اور فوجي ملازمت)

ميں نے اسي ايڈريس ميں اُس اسلامي حکم کي بھي تشريح کردي تھي جسکي بنا پر مسلمانوں کا مذہبي فرض هے که موجوده حالت ميں گورنمنٹ سے " ترک موالات " کريں - يعني کواپريشن اور اعانت سے هاتهه کهينچ ليں - يهي " ترک موالات " هے' جو آگے چلکر " نان کواپريشن " کي شکل ميں نمودار هوا ' اور مهاتما گاندهي جي نے اسکي سر براهي کي -

اسي کانفرنس ميں فوج کے متعلق وه رزوليوشن منظور تها ' جسميں اسلامي قانون کے بموجب مسلمانوں کيليے فوجي نوکري ناجائز بتلائي گئي تهي - کيونکه گورنمنٹ اسلامي خلافت اور اسلامي ملکوں کے خلاف برسرپيکار هے - کراچي کا مقدمه اسي رزوليوشن کي بنا پر چلايا گيا - ميں بار بار اخبارات اور تقريروں ميں اعلان کرچکا هوں که يه رزوليوشن سب سے پہلے ميں نے هي طيار کيا تها ' اور ميري هي صدارت ميں تين مرتبه منظور هوا - سب سے پہلے کلکته ميں - پهر بريلي اور لاهور ميں - پس اس "جرم" کي تعزير کا بهي پهلا حقدار ميں هي هوں -

ميں نے اس اڈرس کو مزيد اضافه کے بعد کتاب کي شکل ميں بهي مرتب کيا ' جو انگريزي ترجمه کے ساتهه بار بار شائع هوچکا هے - اور گويا ميرے " جرائم " کا ايک تحريري ريکارڈ هے -

(ميري زندگي سرتا سر ١٢٤ - هے)

(١٥) ميں نے گذشته دو سال کے اندر تنها اور مهاتما گاندهي کے ساتهه تمام هندوستان کا بار بار دوره کيا - کوئي شهر ايسا نهيں هے جهاں ميں نے خلافت ' پنجاب ' سواراج ' اور نان کواپريشن پر بار بار تقريريں نه کي هوں' اور وه تمام باتيں نه کهي هوں جو ميري ان دو تقريروں ميں دکهلائي گئي هيں -

دسمبر سنه ٢٠ - ميں انڈين نيشنل کانگرس کے ساتهه آل انڈيا خلافت کانفرنس کا بهي اجلاس هوا ' اپريل سنه ٢١ - ميں جمعية العلماء کا بريلي ميں جلسه

ھوا ' گذشتہ اکتوبر میں یو - پي پراونشیل خلافت کانفرنس آگرہ میں منعقد ھوئي' نومبر میں آل انڈیا علماء کانفرنس کا لاھور میں اجلاس ھوا - ان تمام کانفرنسوں کا بھي میں ھي صدر تھا - لیکن ان میں بھي تمام مقررین نے جو کچھہ کہا ' اور صدارتي تقریروں میں میں نے جو خیالات ظاھر کیے ' اُن سب میں وہ تمام باتیں موجود تھیں' جو ان دو تقریروں میں دکھلائي گئي ھیں - بلکہ میں اقرار کرتا ھوں کہ ان سے بہت زیادہ قطعي و واضح خیالات ظاھر کیے گئے تھے !

اگر میري ان دو تقریروں کے مطالب دفعہ ۱۲۴ - الف کا جرم ھیں ' تو میں نہیں سمجھتا کہ صرف پہلي اور پندرھویں جولائی ھی کا ارتکاب کیوں منتخب کیا گیا ھے ؟ میں تو اس کثرت کے ساتھہ اس کا ارتکاب کرچکا ھوں کہ فی الواقع اسکا شمار میرے لیے ناممکن ھوگیا ھے - مجھے کہنا پڑیگا کہ میں نے گذشتہ سالوں کے اندر بجز ۱۲۴ - الف کے اور کوئی کام ھي نہیں کیا !

(نوان وایلنس نوان کواپریشن)

(۱۶) ھم نے آزادي اور حق طلبي کي اس جنگ میں " نان وایلنس نوان کواپریشن " کي راہ اختیار کی ھے - ھمارے مقابلے میں طاقت اپنے تمام جبر و تشدد اور خونریز وسائل کے ساتھہ کھڑي ھے ' لیکن ھمارا اعتماد صرف خدا پر ھے اور اپنی غیر مختتم قرباني اور غیر متزلزل استقامت پر - مہاتما گاندھي کي طرح میرا یہ اعتقاد نہیں ھے کہ کسی حال میں بھی ھتیار کا مقابلہ ھتیار سے نہیں کرنا چاھیے - اسلام نے جن حالتوں میں اسکی اجازت دي ھے ' میں اسے فطرۃ الھی اور عدل و اخلاق کے مطابق یقین کرتا ھوں - لیکن ساتھہ ھي ھندوستان کی آزادي اور موجودہ جد و جہد کیلیے مہاتما گاندھی کے تمام دلائل سے متفق ھوں' اور اُن دلائل کي سچائی پر پورا اعتقاد رکھتا ھوں - میرا یقین ھے کہ ھندوستان نان وایلنس جد و جہد کے ذریعہ فتح مند ھوگا ' اور اسکی فتح مندي اخلاقی و ایماني طاقت کی فتحمندي کی ایک "یادگار مثال ھوگی -

یہی وجہ ہے کہ میں نے ہمیشہ لوگوں کو با امن جد و جہد کی تلقین کی اور اسکو کامیابی کی سب سے پہلی شرط قرار دیا - خود یہ تقریریں بھی اسی موضوع پر تھیں جیساکہ پیش کردہ نقول سے بھی ثابت ہوتا ہے - میں اُن چند مسلمانوں میں سے ہوں جو بجا طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر انہوں نے نہایت مضبوطی کے ساتھہ مسلمانوں کو با امن جد و جہد پر قائم نہ رکھا ہوتا ' تو نہیں معلوم ' مسئلۂ خلافت کی وجہ سے انکا صبر آزما اضطراب کیسی خوفناک شکل اختیار کرلیتا ؟ کم ازکم ہندوستان کے ہر حصہ میں ایک " مالیبار " کا منظر تو ضرور نظر آ جاتا -

(سی - آئی - ڈی کے رپورٹرز)

(۱۷) اب جبکہ میں ان دو تقریروں کے تمام اُن حصوں کا اقرار کرچکا ہوں جن سے پراسیکیوشن استدلال کرسکتا ہے ' تو کوئی مضائقہ نہیں ' اگر چند الفاظ انکی پیش کردہ صورت کی نسبت بھی کہدوں -

سی - آئی - ڈی کے گواہوں نے بیان کیا ہے کہ میری تقریروں کے نوٹس بھی لیے گئے اور مختصر نویسی کے ذریعہ بھی قلمبند کی گئیں - جو کاپی داخل کی گئی ہے (اگزیبٹ اے - او ر- سی) وہ مختصر نویس کی مرتب کی ہوئی ہے ' لیکن یہ میری تقریروں کی ایک ایسی مسخ شدہ صورت ہے کہ اگر چند ناموں اور واقعات کی طرف اشارہ نہ ہوتا تو میرے لیے شناخت کرنا بھی بہت مشکل تھا - وہ بلا شبہ ایک چیز ہے جو دور تک پھیلتی ہوئی چلی گئی ہے ' لیکن میں نہیں جانتا کہ کیا چیز ہے ؟ محض بے جوڑ ' بے تعلق ' اور اکثر مقامات پر بے معنی جملے ہیں ' جو بغیر کسی ربط اور سلسلہ کے صفحوں پر بکھیر دیے ہیں - گرامر اور محاورہ دونوں سے انہیں یکقلم انکار ہے - صاف معلوم ہوتا ہے کہ رپورٹر تقریر سمجھنے اور قلمبند کرنے سے عاجز تھا - اسلیے درمیان سے جملوں کے جملے چھوڑتا جاتا ہے ' اور تمام حروف ربط و تعلیل تو بالکل ہی حذف کردیے ہیں ہے - اس سے بھی بڑھکر یہ کہ تمام وہ الفاظ جنکی آواز یا اسپلنگ (اِملا) میں ذرا سا بھی تشابہ ہے ' بالکل ہی بدل گئے ہیں ' اور عبارت یا تو بے معنی ہوگئی ہے یا مضحک -

مثلاً میں نے یکم جولائی کی تقریر میں مشہور فرنچ شاعر اور ادیب ویکٹر ھیوگو کا قول نقل کیا تھا :

" آزادی کا بیج کبھی بار آور نہیں ہوسکتا جب تک ظلم کے پانی سے اُسکی آبیاری نہ ہو "

مختصر نویس نے " ظلم " کی جگہ " دھرم " لکھدیا ہے جو صریح غلط اور بے موقعہ ہے - البتہ اسکی آواز " ظلم " سے مشابہہ ہے -

اسی طرح ایک مقام پر ہے :

" اُنہوں نے جیل خانے کی مصیبت کو برباد کیا ہے "

حالانکہ مصیبت کو برباد کرنے کے کوئی معنی نہیں ہوسکتے - غالباً میں نے " برداشت کیا ہے " کہا ہوگا - یعنی اُنہوں نے جیل کی مصیبت جھیل لی ہے - چونکہ دونوں لفظوں کی آواز ملتی جلتی ہے اور مختصر نویس خود فہم و امتیاز سے محروم ہے ' اسلیے " برداشت " کی جگہ " برباد " لکھہ گیا !

(اُردو مختصـــر نویســـی)

اصل یہ ہے کہ اُردو مختصر نویسی کا قاعدہ اور مختصر نویس کی نا قابلیت ' دونوں ان نقائص کیلیے ذمہ دار ہیں -

اُردو مختصر نویسی کا قاعدہ سنہ ۱۹۰۵ - میں کرسچیین کالج لکھنؤ کے دو پروفیسروں نے ایجاد کیا ' جن میں سے ایک کا نام مرزا محمد ھادی - بی - اے ہے - میں اُس وقت لکھنؤ ہی میں تھا ' اسلیے مجھے ذاتی طور پر اُسکے دیکھنے اور موجدوں سے گفتگو کرنے کا بارہا اتفاق ہوا - مجھے معلوم ہے کہ اسکے موجدوں نے انگریزی علامات کو بہت تھوڑے سے تغیر کے ساتھہ منتقل کرلیا ہے ' لیکن وہ اُردو حروف و املاء کو پوری طرح محفوظ کردینے میں کامیاب نہ ہوسکے - خود انہیں بھی اس نقص کا ایک حد تک اعتراف تھا - لیکن وہ خیال کرتے تھے کہ مختصر نویس کی ذاتی قابلیت اور حافظہ و مناسبت سے اسکی تلافی ہوجائیگی - میں اپنے ذاتی معلومات کی بنا پر کہتا ہوں کہ تجربے سے انکا خیال درست نہ نکلا -

صوبجات متحدہ کي گورنمنٹ نے ابتدائي تجربے کیلیے دو پولیس سب انسپکٹروں کو تعلیم دلائي تھي - انہوں نے سب سے پہلے آزمائشي طور پر جن پبلک تقریروں کو قلمبند کیا' میں بتلانا چاھتا ھوں کہ وہ میري اور شمس العلماء مولانا شبلي نعماني مرحوم کي تقریریں تھیں - ھم دونوں نے انجمن اسلامیہ ھردوئي کے سالانہ جلسے میں لکچر دیے تھے - مجھے اچھي طرح یاد ھے کہ مولانا شبلي نے في منٹ ساٹھہ لفظوں کے رفتار سے تقریر کي تھي' اور میري تقریر في منٹ ۷۰ - سے ۹۰ تک تھي جیسا کہ خود مختصر نویسوں نے ظاھر کیا تھا - ظاھر ھے کہ یہ کوئي تیز رفتار نہ تھي - تاھم جب انہوں نے اپنا کام مرتب کرکے دکھلایا تو بالکل ناقص اور غلط تھا - اسکے بعد بھي مجھے بارھا اپني تقریروں کے قلمبند کرانے کا اتفاق ھوا' لیکن ھمیشہ ایسا ھي نتیجہ نکلا - ابھي حال کي بات ھے کہ خلافت کانفرنس آگرہ میں میرا زباني پریزیڈنشل ایڈرس ایک مشاق مختصر نویس سید غلام حسنین نے قلمبند کیا جو عرصہ تک یو - پی کے محکمہ سی - آئي - ڈي میں کام کرنے کے بعد مستعفی ھوا ھے - لیکن جب لانگ ھینڈ میں مرتب کرکے مجھے دکھلایا گیا تو اسکا کوئی حصہ صحیح اور مکمل نہ تھا -

یہ تو اصل قاعدہ کا نقص ھے' لیکن جب اسپر مختصر نویس کی نا قابلیت کا بھی اضافہ ھوجاے' تو پھر کوئی خرابی ایسی نہیں ھے جس سے انسانی تقریر مسخ نہ کی جاسکے - کلکتہ اور بنگال کی مخصوص حالت نے اس نقص کو اور زیادہ پر مصیبت بنا دیا ھے - یہاں کے دیسی اور یوروپین افسر خود اردو زبان سے بالکل واقفیت نہیں رکھتے - حتی کہ معمولی طور پر بول بھي نہیں سکتے - انکے نزدیک ھر وہ آدمي جو انگریزي زبان سے کسی مختلف لہجہ میں آواز نکالے' اردو کا اسکالر ھے - نتیجہ یہ ھے کہ پولیس اور عدالت ان رپورٹروں اور مختصر نویسوں کو بطور سند کے استعمال کررھي ھے' جن بیچاروں کي استعداد پر ھمیشہ ھم لوگ تمسخر کیا کرتے ھیں -

میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ کلکتہ کی پولیس اور عدالتوں میں ایک شخص بھی اردو زبان کیلیے قابل اعتماد نہیں ہے - اگر یہاں اس حقیقت کا کچھہ بھی احساس ہوتا ' تو صرف یہی بات بطور ایک عجیب واقعہ کے خیال کی جاتی کہ میری تقریروں کیلیے پولیس اور سی - آئی - ڈی کے غریب رپورٹروں کی شہادت لی جارہی ہے ! میں تسلیم کرتا ہوں کہ کم از کم یہ منظر ضرور میرے لیے تکلیف دہ ہے !

(مشرقی لٹریچر اور سرکاری وسائل علم)

یہ کہنا ضروری نہیں کہ میں اپنے ڈیفنس کی غرض سے ان شہادتوں کی بے اعتمادی ثابت نہیں کر رہا ہوں - میں تو پورا پورا اقرار کرچکا - مقصود صرف دو باتوں کا اظہار ہے :

اولاً ' جو سرکاری مقدمات اردو تقریر و تحریر کی بنا پر چلاے جاتے ہیں ' انکے وسایل ثبوت کس درجہ ناکارہ اور نا قابل اعتماد ہیں ؟

ثانیاً ' ہندوستان کی بیوروکریسی کی ناکامیابی اور ناموافقت - وہ ڈیڑھہ سو برس تک حکومت کرکے بھی اس قابل نہیں ہوئی کہ ہندوستانی زبانوں کے متعلق صحیح اور مستند ذرایع سے معلومات حاصل کرسکتی - مجھے یاد ہے کہ جب اکتوبر سنہ ۱۹۱۶ میں نظر بند کیا گیا ' اور بہار گورنمنٹ کے حکام اور پولیس افسر (جنکو اردو زبان سے بمقابلۂ بنگال زیادہ تعلق ہے) تلاشی کیلیے آئے ' تو انہوں نے میری تمام کتابوں کو بھی ایک خوفناک لٹریچر سمجھکر نہایت احتیاط کے ساتھہ قبضہ میں کرلیا - یہ تمام کتابیں عربی اور فارسی زبان میں تھیں ' اور تاریخ ' فقہ ' فلسفہ کا معمولی مطبوعہ ذخیرہ تھا جو بازاروں میں فروخت ہوتا رہتا ہے - صرف ایک کتاب " مطالب عالیہ " نامی قلمی تھی جو سب سے زیادہ پر اسرار سمجھی گئی - لطف یہ ہے کہ انکی فہرست ڈپٹی کمشنر کی درخواست سے مجھے ہی مرتب کرنی پڑی - کیونکہ تفتیش جرائم کے اس پورے کمیشن میں ایک شخص بھی اس قابل نہ تھا کہ کتابوں کے ٹائیٹل پیج کو صحت کے ساتھہ پڑھہ لیتا !

میں نے نظر بندي کے زمانے میں چارسال تک اپني ڈاک کیلیے خود ھي سنسر شپ کے فرائض بھي انجام دیے ھیں ' کیونکہ جو سرکاري افسر اس غرض سے مقرر کیا گیا تھا ' وہ اسقدر قابل آدمی تھا کہ اردو کے معمولی لکھے ھوے خطوط بھی نہیں پڑھہ سکتا تھا - وہ اکثر میری ڈاک صرف دستخط کرکے بھیج دیتا ' اور شب کو آکر مجھسے اسکا ترجمہ لکھوا لیتا !

جبکہ نظر بندي میں میں اپنی ڈاک کی خود ھی نگرانی کررھا تھا ' تو شملہ اور دھلی کے حکام اپني کار فرمائي پر نہایت نازاں تھے ' اور سمجھتے تھے کہ انہوں نے اپنے ایک خطرناک دشمن کو بالکل مجبور اور معطل کردیا ھے !

اِسوقت بھی میرے قلمی مسودات کلکتہ پولیس کے قبضہ میں ھیں - ان میں سب سے زیادہ خوفناک جرم ' تاریخ ' تفسیر قرآن ' اور لٹریچر ھے !

میں یہاں عربی داں اشخاص کی دلچسپی کیلیے ان کتابوں کے چند نام درج کردیتا ھوں ' جنھیں نہایت خوفناک سمجھکر پولیس نے شملہ بھیجا تھا ' اور عرصہ تک سر چارلس کلیو لینڈ کے حکم سے میري نظر بندي کے دیگر معاملات کي طرح انکي بھي تحقیقات ھوتي رھي :

فتح القدیر شرح ھدایہ - طبقات الشافعیہ سبکي - ازالۃ الخفا - کتاب الام - مدونۃ امام مالک - مطالب عالیہ امام رازي - شرح حکمۃ الاشراق - شرح مسلم الثبوت بحر العلوم - کتاب المستصفي - کتاب اللمع -

اصل یہ ھے کہ کسي جرم کیلیے جو لٹریچر سے تعلق رکھتا ھو ' کوئي ایسي عدالت منصفانہ کار روائي نہیں کرسکتي جو ذاتي طور پر راے قائم نہ کرسکے - یعنے خود اس زبان سے واقف نہو - لیکن موجودہ بیورو کریسي علاوہ بیورو کریسي ھونے کے غیر ملکي بھي ھے ' اسلیے ھر گوشہ میں اجنبي اقتدار کي غلامي کے نتائج کام کر رھے ھیں - عدالتیں ھندوستان کي ھیں اور ھندوستانیوں کیلیے ھیں ' لیکن انکي زبان جزیرۂ برطانیہ کي ھے ' اور اکثر حالتوں میں ایسے افراد سے مرکب ھیں جو ملکي زبان کا ایک لفظ بھي نہیں جانتے !

یہي وجه هے که اب هم اس گورنمنٹ سے اور کچھه نہیں چاهتے - صرف یه چاهتے هیں که جسقدر بهي جلد ممکن هو' وہ اپنے سے بہتر اور حقدار کیلیے اپني جگه خالي کردے -

(موجودہ حالت قدرتي هے)

(۱۸) میں جیسا که ابتدا میں لکهه چکا هوں' خاتمۂ سخن میں بهي دهراؤنگا - آج گورنمنٹ جو کچھه همارے ساتهه کر رهي هے' وہ کوئي غیر معمولي بات نہیں هے جسکے لیے خاص طور پر اُسے ملامت کي جاے - قومي بیداري کے مقابلے میں مقاومت اور جبر و تشدد تمام قابض حکومتوں کیلیے طبیعت ثانیه (سکینڈ نیچر) کا حکم رکهتا هے' اور همیں یه توقع نہیں رکهني چاهیے که هماري خاطر انساني طبیعت بدل دي جائیگي -

یه قدرتي کمزوري افراد اور جماعت' دونوں میں یکساں طور پر نمود رکهتي هے - دنیا میں کتنے آدمي هیں جو اپنے قبضه میں آئي هوئي چیز صرف اسلیے لوٹا دینگے که وہ اُسکے حقدار نہیں ؟ پهر ایک پورے بر اعظم کیلیے ایسي امید کیونکر کي جا سکتي هے ؟ طاقت کبهي کسي بات کو صرف اس لیے نہیں مان لیتي که وہ معقول اور مدلل هے - وہ تو خود بهي طاقت کي نمود کا انتظار کرتي هے' اور جب وہ نمودار هو جاتي هے تو پهر نا واجب سے نا واجب مطالبه کے آگے بهي جهک جاتي هے - پس کشمکش اور انتظار ناگزیر هے' اور ایک ایسی قدرتی بات هے جسکو بالکل دنیا کے معمولی اور روز مرہ کاموں کیطرح بلا کسي تعجب و شکایت کے انجام پانا چاهیے -

میں یه بهي تسلیم کرتا هوں که تاریخ نے اس بارے میں انساني ظلم و تعدي کے جو هیبت ناک مناظر دکهلائے هیں' انکے مقابلے میں موجودہ جبر و تشدد کسي طرح بهي زیادہ نہیں کہا جاسکتا - البتہ میں نہیں کہه سکتا که یه کمي اسلیے هے که ابهي ملک کا جذبۂ قرباني ناتمام هے' یا اسلیے هے که ظلم زیادہ مکمل نہیں ؟ مستقبل اسکو واضح کردیگا -

جس طرح اس کشمکش کا آغاز همیشه یکساں طور پر هوا هے ' اُسي طرح خاتمه بهي ایک هي طرح هوا هے - همیں معلوم هے که اگر همارا جذبهٔ آزادي و حق طلبي سچا اور اٹل ثابت هوا ' تو یہی گورنمنٹ جو آج همیں مجرم ٹهہرا رهي هے ' کل کو فتح مند محب الوطنوں کی طرح همارے استقبال پر مجبور هوگي !

(بـغـاوت)

(۱۹) مجهه پر سڈیشن کا الزام عائد کیا گیا هے ' لیکن مجهے " بغاوت " کے معنی سمجهه لینے دو - کیا " بغاوت " آزادي کي اُس جد و جهد کو کہتے هیں جو ابهي کامیاب نہیں هوئي هے ؟ اگر ایسا هے تو میں اقرار کرتا هوں - لیکن ساتهه هي یاد دلاتا هوں که اسي کا نام قابل احترام حب الوطني بهي هے جب وہ کامیاب هو جاے - کل تک آیر لینڈ کے مسلم لیڈر باغي تهے ' لیکن آج ڈي ویلرا اور گریفتهه کیلیے برطانیهٔ عظمی کونسا لقب تجویز کرتي هے ؟

اسي آیر لینڈ کے پارنل (Parnel) نے ایک مرتبه کہا تها : "همارا کام همیشه ابتدا میں بغاوت اور آخر میں حب الوطنی کی مقدس جنگ تسلیم کیا گیا هے "

(قانون " قضاء بالحق ")

(۲۰) میں مسلمان هوں ' اور میرے یقین کیلیے وہ بس کرتا هے ' جو میري کتاب شریعت نے بتلایا هے - قرآن کہتا هے - جسطرح مادہ اور اجسام میں انتخاب طبیعی (Natural Selection) اور بقاء اصلح (Survival of the fittest) کا قانون جاري هے ' اور فطرة صرف اسی وجود کو باقي رهنے دیتي هے جو صحیح و اصلح هو - ٹهیک اسیطرح تمام عقائد و اعمال میں بهي یهي قانون کام کر رها هے - آخري فتح اسي عمل کي هوتي هے جو حق اور سچ هو ' اور اسلیے باقي و قائم رهنے کا حقدار هو - پس جب کبهي انصاف اور نا انصافي میں مقابله هوگا ' تو آخر کي جیت انصاف هي کے حصه میں آئیگي : و اما ما ینفع النـــاس فیمکث فی الارض کـــذلـك یضرب الله الامثال - (۱۳ : ۱۸) زمیں پر وهي چیز باقي رهیگي جو نافع هو - غیر نافع چهانٹ دي جائیگي -

یہي وجہ ہے کہ قرآن کي اصطلاح میں سچائي کا نام " حق " ہے ' جسکے معنی هي جم جانے اور ثابت ہو جانے کے ہیں - اور جھوٹ اور بدي کا نام باطل ہے' جسکے معنی هي مٹ جانے کے ہیں : ان الباطل کان زھوقا - باطل تو صرف اسي لیے ہے کہ مٹ جاے !

پس آج جو کچھہ ہورہا ہے ' اسکا فیصلہ کل ہوگا - انصاف باقي رہیگا - نا انصافي مٹادي جائیگي - ہم مستقبل کے فیصلہ پر ایمان رکھتے ہیں !

البتہ یہ قدرتي بات ہے کہ بدلیوں کو دیکھکر بارش کا انتظار کیا جاے - ہم دیکھہ رہے ہیں کہ موسم نے تبدیلي کي تمام نشانیاں قبول کرلي ہیں - افسوس ان آنکھوں پر جو نشانیوں سے انکار کریں !

میں نے انھي تقریروں میں جو میرے خلاف داخل کي گئي ہیں' کہا تھا :
" آزادي کا بیج کبھي بار آور نہیں ہوسکتا جب تک جبر و تشدد کے پاني سے اُسکي آبیاري نہو "

لیکن گورنمنٹ نے آبیاري شروع کردي ہے !

میں نے انھي میں کہا تھا : " مبلغین خلافت کی گرفتاریوں پر کیوں مغموم ہو ؟ اگر تم فی الحقیقت انصاف اور آزادي کے طلبگار ہو' تو جیل جانے کیلیے طیار ہو جاؤ - علي پور کا جیل اسطرح بھر جاے کہ اسکي کوٹھریوں میں چوروں کیلیے جگہ باقي نہ رہے "

فی الحقیقت جگہ باقي نہیں رہي ہے - پریسیڈنسي اور سنٹرل جیل کا بڑا حصہ معمولي قیدیوں سے خالي کردیا گیا - پھر بھي جگہ کافي نہ ہوئي - نیا جیل بنایا گیا - وہ بھي آناً فآناً بھر گیا - جگہ نکالنے کیلیے سینکڑوں قیدي رہا کردیے گئے' لیکن ان سے دگنے نئے آگئے - اب مزید نئے جیل بنائے جا رہے ہیں !

(سرکاري وکیل ' پولیس ' اور مجسٹریٹ)

(۲۱) قبل اسکے کہ میں اپنا بیان ختم کروں ' اپنے اُن ہم وطن بھائیوں کي نسبت بھي ایک دو جملے کہونگا ' جو اس مقدمہ میں میرے خلاف کام کررہے ہیں -

میں نے اوپر کہیں کہا ہے کہ " سي - آئی - ڈي کا کام جہالت اور شرارت دونوں سے مرکب ہوتا ہے" یہ میں نے اس ذاتي علم کي بنا پر کہا جو بے شمار مقدمات کي نسبت مجھے حاصل ہے - تاہم میں تسلیم کرتا ہوں کہ سي - آئی - ڈي کے جن آدمیوں نے میرے خلاف شہادت دي ہے ' اُنہوں نے اُس اعتماد کے سوا جو اپنے کام پر ظاہر کیا ہے '' کوئي بات بھي غلط نہیں کہی ہے -

میري تقریریں جو پیش کیگئي ہیں' ان میں بھي میں کوئي بات شرارت کي نہیں پاتا - جسقدر انکے اغلاط اور نقایص ہیں' غالباً صرف ناقابلیت کا نتیجہ ہیں - ایک دو مقامات ایسے ہیں جنکي نسبت خیال کیا جاسکتا ہے کہ دانستہ خراب کرکے دکھلاے ہیں - مثلاً جہاں جہاں میں نے لوگوں کو با امن رہنے ' ہڑتال نہ کرنے ' ہر طرح کے مظاہرات سے مجتنب رہنے کي تلقین کي ہے ' وہ بقیہ حصوں سے بھي زیادہ اُلجھے ہوے اور بے ربط ہیں - متعدد مقامات پر " امن " کو " ایمان " کردیا ہے جو وہاں بالکل بے ربط ہے - تاہم میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھي قاعدہ کے نقص اور ذاتي ناقابلیت کیوجہ سے ہے نہ کہ شرارت سے -

البتہ میرا یقین ہے کہ انہوں نے اپنے کام پر جو اعتماد ظاہر کیا ہے' اور جس غرض سے یہ کام انجام دیا ہے ' وہ ضرور معصیت ہے - لیکن ساتھہ ھي مجھے اُنکی کمزوري بھي معلوم ہے - وہ محض چند روپیوں کي نوکري کیوجہ سے ایسا کر رہے ہیں' اور اتنا قوي ضمیر نہیں رکھتے کہ سچائي کو ھر بات پر ترجیح دیں - پس میرے دل میں انکے لیے کوئی رنج اور ملامت نہیں ہے - میں اس کام کیلیے اُنہیں معاف کرتا ہوں ' اور دعا کرتا ہوں کہ خدا بھی معاف کردے -

پبلک پراسیکوٹر بھي جو ان مقدمات میں کام کر رہا ہے ' میرا ایک ہم وطن بھائي ہے - اسکي ضمیر یا راے میرے سامنے نہیں ہے - محض مزدوري ہے ' جو اس کام کیلیے وہ گورنمنٹ سے حاصل کرتا ہے - پس اسکي طرف سے بھي میرے دل میں کوئي رنج نہیں - البتہ میں ان سب کے لیے وھي دعا مانگونگا جو پیغمبر اسلام نے ایک موقعہ پر مانگي تھي : " خدایا ! ان پر راہ کھول دے ' کیونکہ یہ نہیں جانتے کہ کیا کر رہے ہیں ؟ "

(فاقض ما انت قاض !)

میں مجسٹریٹ کي نسبت بهي کچهه کہنا چاهتا هوں - زیادہ سے زیادہ سزا جو اسکے اختیار میں هے ' بلا تامل مجهے دیدے - مجهے شکایت یا رنج کا کوئي احساس نہ هوگا - میرا معاملہ پوري مشینري سے هے - کسي ایک پرزے سے نہیں هے - میں جانتا هوں کہ جب تک مشین نہیں بدلیگي ' پرزے اپنا فعل نہیں بدل سکتے -

میں اپنا بیان اٹلي کے قتیل صداقت گارڈینیو برونو کے لفظوں پر ختم کرتا هوں ' جو میري هي طرح عدالت کے سامنے کهڑا کیا گیا تها :

" زیادہ سے زیادہ سزا جو دي جاسکتي هے ' بلا تامل دیدو - میں یقین دلاتا هوں کہ سزا کا حکم لکهتے هوے جسقدر جنبش تمهارے دل میں پیدا هوگي ' اسکا عشر عشیر اضطراب بهي سزا سنکر میرے دل کو نہ هوگا "

(خـــاتمـــہ)

مسٹر مجسٹریٹ ! اب میں اور زیادہ وقت کورٹ کا نہ لونگا - یہ تاریخ کا ایک دلچسپ اور عبرت انگیز باب هے ' جسکي ترتیب میں هم دونوں یکساں طور پر مشغول هیں - همارے حصہ میں یہ مجرموں کا کٹهرا آیا هے - تمهارے حصہ میں وہ مجسٹریٹ کي کرسي - میں تسلیم کرتا هوں کہ اس کام کیلیے وہ کرسي بهي اُتني هي ضروري چیز هے ' جسقدر یہ کٹهرا - آؤ ' اِس یادگار اور افسانہ بننے والے کام کو جلد ختم کردیں - مورخ همارے اِنتظار میں هے ' اور مستقبل کب سے هماري راہ تک رها هے - همیں جلد جلد یہاں آنے دو ' اور تم بهي جلد جلد فیصلہ لکهتے رهو - ابهي کچهه دنوں تک یہ کام جاري رهیگا - یہانتک کہ ایک دوسري عدالت کا دروازہ کهل جاے - یہ خدا کے قانون کي عدالت هے - وقت اُس کا جج هے - وہ فیصلہ لکهیگا ' اور اُسي کا فیصلہ آخري فیصلہ هوگا ! و الحمد للہ اولا و اخرا -

۱۱ - جنوري سنہ ۱۹۲۲ع

احمـــد

پریسیڈنسي جیل - علي پور ـــ کلکتہ

آخــــري پيشــي

(۹ - فروري سنه ۱۹۲۲ع)

صرف ايک ســال قيــد با مشقت !

" يہ اُس سے بہت کم ہے جس کا ميں متــوقع تها "

۹ - فروري سے پہلے مولانا کي جانب سے حسب ذيل اُمور کا زباني اور بذريعه اخبار اعلان کيا گيا :

(۱) ۹ - فروري کو کوئي شخص عدالت کي کارروائي ديکهنے کيليے نه آے - نه کسي طرح کا هجوم سڑکوں پر هو -

(۲) يه يقيني هے که اُنهيں سزا کا حکم سنايا جائيگا - پبلک کو چاهيے که پورے صبر و سکون کے ساتهه اسکي منتظر اور متوقع رهے - کوئي هڑتال نهيں هوني چاهيے - نه کسي طرح کا غير معمولي مظاهره کرنا چاهيے -

(۳) ۹ - کو لوگ جيل کي طرف بهي هجوم نه کريں - اور نه اُنهيں ديکهنے کيليے جد و جهد کريں - صرف اپني معمولي روزانه جد و جهد جاري رکهيں ' اور جهانتک ممکن هو اسکي سرگرمي بڑهائيں -

بعض کارکنان خلافت و کانگرس نے غلطی سے کارخانوں اور سرکاري محکموں ميں کام کرنے والوں کو هڑتال کے ارادے سے نهيں روکا تها اور خاموشي اختيار کرلی تهی - ۷ - کو جب مولانا کو معلوم هوا تو اُنهوں نے فوراً رکواديا ' اور هر جگهه يه بات پهنچا دي گئی که جو شخص انکے ليے کچهه کرنا چاهتا هے ' اُس کے اظهار محبت و عقيدت کی صرف يهی راه هے که والنٹير بن جاے اور جيل جانے کيليے طيار هو جاے - هڑتال اور مظاهره نه صرف اصول کے خلاف هے ' بلکه مقاصد کيليے مضر بهی هے -

اگرچہ یہ تمام کارروائیاں علانیہ ہو رہی تھیں - افسران جیل کی موجودگی میں وہ تمام پیغامات دیتے تھے اور لکھواتے تھے' اور پھر اخبارات میں بھی شائع ہو جاتے تھے' لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ارکان حکومت کو اطمینان نہ تھا -

مولانا اور مسٹر داس کے مقدمات میں عدالت کی جانب سے پے درپے التواء کیا گیا - گورنمنٹ کا تذبذب اور اضطراب بھی برابر ظاہر ہوتا رہا - نیز راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کی تجویز اور نام نہاد مصالحت کی کارروائیاں بھی جاری رہیں - ان تمام اسباب سے پبلک کو یہ توقع ہوگئی تھی کہ شاید انہیں رہا کردیا جاے - زیادہ تائید اس بات کی کلکتہ اور بنگال کی مخصوص حالت سے بھی ہوتی تھی جس کی طرف سے مقامی گورنمنٹ کی تشویش روز بروز بڑھتی جاتی تھی' اور بار بار یہ افواہیں مشہور کی جاتی تھیں کہ بہت جلد انہیں رہا کردیا جائیگا - گورنمنٹ کو بڑی تشویش مزدوروں کے ہڑتال سے تھی - علی الخصوص خضر پور ڈک کے مزدوروں اور شہر کے تمام خانساموں وغیرہ سے جو پندرہ بیس ہزار کی تعداد میں ہوٹلوں اور انگریزوں کے پرائیوٹ مکانوں میں کام کرتے ہیں - اُن کا ایک دن کیلیے بھی ہڑتال کرنا تمام انگریزی آبادی کی زندگی دشوار کردے سکتا ہے - اسی طرح ڈک کے مزدوروں کی جماعت بھی ایک ایسی جماعت ہے جو اگر کام چھوڑدے تو اس کا کام ایک دن کیلیے بھی دوسرے آدمی نہیں چلا سکتے - تمام تجارت اور مال کی درامد برامد اسی پر موقوف ہے -

خانساموں اور ڈک کے مزدوروں کی باقاعدہ یونین قائم ہے - دونوں نے فی الواقع ہڑتال کا ارادہ کرلیا تھا - ڈک کے مزدور تو انکی گرفتاری پر ہڑتال کر بھی چکے تھے لیکن کانگریس کمیٹی نے بہ مشکل سمجھا بجھا کے کام پر لگایا -

اسی طرح تمام سرکاری کالجوں کے طلبا کی نسبت بھی گورنمنٹ کا خیال تھا کہ بمجرد اعلان سزا کے کالجوں سے نکل آئینگے - انھی اسباب سے فیصلہ میں تاخیر کی جارہی تھی -

لیکن مولانا نے ۷ - کو ایک پیغام تمام اخبارات میں اس مضمون کا شائع کرایا کہ انکے مقدمہ کی نسبت کوئی غلط توقع لوگ نہ باندھ لیں - یہ قطعی ہے کہ

اُنہیں سزا دي جائيگي - لوگوں کو چاهيے کہ پورے نظم و سکون کے ساتھہ اُسکے سننے کيليے طيار رهيں - هڑتال وغيرہ کيليے اُنهوں نے کہا کہ " هم ايک سال سے کہتے آئے هيں کہ کاميابي اسي پر موقوف هے کہ خاموشي کے ساتھہ لوگ گرفتار هوجائيں - چنانچہ هزاروں آدميوں نے اپنے تئيں گرفتار کراديا - اب جب هم خود گرفتار هوے هيں تو همیں بهي اپنے ليے وهي پسند کرنا چاهيے جو هم نے دوسروں کيليے پسند کيا تها - يہ نهايت افسوس ناک غلطي هوگی اگر هماري سزا يابي کيليے هڑتاليں کي گئيں ' يا همیں چهوڑ دينے کيليے کسي ايک هندوستاني نے بهي کام چهوڑا "

اس پيغام نے نهايت تعجب انگيز اثر پيدا کيا جسکي خود گورنمنٹ کو بهي توقع نہ تهی - تمام لوگ جو جوش و اضطراب ميں بے قابو هو رهے تهے' پتهر کي طرح اپني اپني جگهہ جم گئے - هڑتال کا ارادہ بالکل فسخ کرديا گيا - اور ۹ - کو عدالت اور جيل ميں بهي کسي طرح کا هجوم نهيں هوا

با ايں همہ گورنمنٹ کے ارکان مطمئن نہ تهے اور ديکهہ رهے تهے کہ گيارہ بجے کے بعد کيا صورت پيش آتي هے ؟ اسليے گيارہ بجے تک بهي کوئی خبر نهيں دي گئي کہ کارروائي کہاں هوگي ؟ کورٹ ميں يا جيل ميں ؟ جب گيارہ بج چکے اور کسي طرح کي بهيڑ عدالت ميں نهيں هوئي ' تو مولانا طلب کيے گئے - بارہ بجے وہ پهنچے - اُسوقت ايک مقدمہ کي کارروائي هورهي تهی - ليکن مجسٹريٹ نے عارضي طور پر اُسے ملتوي کرکے مولانا کو طلب کيا - اور فيصلہ سنايا - فيصلہ يہ تها کہ ايک برس قيد با مشقت -

مولانا نے فيصلہ سنکر مجسٹريٹ سے مسکراتے هوے کہا " يہ تو اُس سے بہت کم هے جسکی مجهے توقع تهي ! " مجسٹريٹ هسنے لگا اور مولانا برامدے ميں واپس آگئے -

يہاں کورٹ انسپکٹر موجود تها جو اُنهيں اپنے آفس روم ميں لے گيا اور کہا مجهے آپ معاف کرينگے اگر ميں چند منٹ آپکو يہاں بٹهاؤں اور ضابطہ کي کارروائي انجام ديدوں - مولانا نے کہا ميں يہ " چند منٹ " ايک سال با مشقت

میں شمار نہ کرونگا - یہاں اُس نے سزا کے رجسٹر میں حسب قاعدہ اُنکا نام، ولدیت عمر، حلیہ، قد، اور دستخط کا اندراج کرلیا - اُسکے بعد وہ جیل کي گاڑي میں مسلح پولیس کے ساتھہ روانہ کردیے گئے -

اس طرح کامل ساٹھہ دن کے بعد یہ کہاني ختم ہوگئي - اور جس شخص کو ایک دن کیلیے بھي قید کرنا گورنمنٹ کیلیے آسان نہ تھا، اور بغیر اسکے ممکن نہ تھا کہ لاکھوں انسانوں کے اضطراب پر غلبہ حاصل کیا جاے، وہ اس آساني اور خاموشي کے ساتھہ ایک برس کیلیے قید خانے میں بھیجدیا گیا ! یہ فی الحقیقت نوان کواپریشن کے نظم و طاقت کا ایک حیرت انگیز ثبوت ہے !

عدالت کا فیصلہ (جیساکہ توقع تھي) نہایت مختصر ہے - نہ تو استغاثہ کي تشریح کي گئي ہے، نہ الزام کے اثبات کے وجوہ و دلائل بیان کیے ہیں - حتی کہ یہ بات بھي اُس سے معلوم نہیں ہوسکتي کہ ملزم نے کن الفاظ کے ذریعہ ۱۲۴ - الف کا ارتکاب کیا ہے ؟ اور کیونکر اسکي تقریریں اس دفعہ کے ماتحت آتي ہیں ؟ البتہ اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ ملزم نے تقریروں کے تمام وہ حصے تسلیم کرلیے جو گورنمنٹ کے متعلق تھے - مگر وہ کیا ہیں ؟ ان پر کوئي توجہ نہیں کي گئي - بہتر یہ تھا کہ سزا کي بنیاد اسي بات پر رکھدي جاتي کہ ملزم نے نہایت صفائي کے ساتھہ اپنے " مجرم " ہونے کا بار بار اظہار کیا ہے اور تسلیم کیا ہے کہ بحالت موجودہ آزادي اور حق کا مطالبہ ھی جرم ہے !

نقل و ترجمہ فیصلۂ عـــدالت

مقدمہ نمبری ۲۸ - سنہ ۱۹۲۲

قیصـــر هنـــد

بنام

محي الدین احمد عرف مولانا ابوالکلام آزاد

فیصلـــہ

اس مقدمہ میں مولانا ابوالکلام آزاد زیر دفعہ ۱۲۴ - الف تعزیرات هند مجرم قرار دیے جاتے هیں ' کیونکہ اُنھوں نے پہلي جولائي سنہ ۲۱ - کو مرزا پور اسکوائر کلکتہ میں مسئلۂ خلافت' پنجاب ' اور آزادي وطن کے مضامین پر' اور نیز ۱۵ - جولائي سنہ ۲۱ - کو اُسي مقام پر مسئلہ ترک موالات وغیرہ پر اُردو میں تقریر کرتے ہوے' ایسے الفاظ استعمال کیے' جن کے ذریعہ گورنمنٹ قائم شدہ بروے قانون کے خلاف لوگوں میں نفرت و حقارت پهیلانے کي کوشش کی -

اِستغاثہ کي طرف سے جو شہادتیں پیش هوئي هیں ' اُن سے حسب ذیل واقعات ثابت هوتے هیں : مسٹر گولڈي ڈپٹي کمشنر پولیس اسپیشل برانچ نے یہ اطلاع پاتے هي کہ یکم جولائی کو مرزا پور پارک میں کوئي جلسہ هونیوالا هے ' اپنے اُردو شارٹ هینڈ رپورٹر ابو اللیث محمد ' انسکٹر ایس - کے - گھوسال سب انسپکٹر محمد اسمعیل' اور ایس - سي کر کو جلسہ کي کارروائي اور تقریروں کے نوٹ لینے کے لیے متعین کیا -

افسران مذکور جلسہ میں شریک هوے - اُنھوں نے تمام کارروائي اور تقریروں کے نوٹ لیے - ان میں ملزم کي تقریر بهي هے جو اُس جلسہ کے صدر تھے - جلسہ میں تقریباً بارہ سو آدمیوں کا اجتماع تها - جلسہ کا مقصد خلافت کے تین مبلغ :. سعید الرحمن' اجودهیا پرشاد ' اور جگدمبا پرشاد کي گرفتاري کے خلاف صداے احتجاج بلند کرنا تهي -

منجملہ اور مقرروں کے ملزم نے بھی اُردو میں ایک طویل تقریر کی - اُنکی تقریروں کے نوٹ اُردو شارٹ ہینڈ رپورٹر ابواللیث محمد نے اور کچھہ حصے دوسرے پولیس کے افسروں نے لیے - یہ نوٹ مسٹر گولڈی کے سامنے پیش ہوے - اُنہوں نے اُنپر اپنے دستخط ثبت کردیے -

ابواللیث نے اپنا نوٹ صاف کرکے اُسکی نقل مسٹر گولڈی کے پاس بھیجدی - دوسرے پولیس افسروں نے بھی اپنے اُسی لانگ ہینڈ نوٹ کی ایک مشترکہ رپورٹ افسر مذکور کے پاس بھیجدی تھی -

۱۵ - جولائی سنہ ۲۱ - کو مسٹر گولڈی نے اُسی اُردو شارٹ ہینڈ رپورٹر ابو اللیث محمد ' انسپکٹر بی - بی مکرجی ' سب انسپکٹر محمد اسمعیل ' اور ایس - سی کر کو ایک دوسرے جلسہ کی کارروائیوں اور تقریروں کے نوٹ لینے کے لیے متعین کیا جو اسی مقام پر ہونے والا تھا -

ملزم حاضرین جلسہ میں تھے - اُنہوں نے مذکورۂ بالا خلافت کے تین مبلغین: سعید الرحمن' - جگدمبا پرشاد اور اجودھیا پرشاد ' کی سزا یابی کے خلاف اُردو میں تقریر کی' اور لوگوں کو اس بات کی تلقین کی اور شوق دلایا کہ وہ بھی انکی پیروی کریں اور جیل جائیں - جلسہ میں ۱۰ - ہزار کا مجمع تھا - ابواللیث نے ملزم کی تقریر کے نوٹ اُردو شارٹ ہینڈ میں لیے - اور دوسرے افسروں نے اُنکے کچھہ حصے لانگ ہینڈ میں لیے -

ابواللیث نے اپنا نوٹ صاف کرکے اسکی نقل ' اور دیگر افسروں نے ایک مشترکہ رپورٹ مسٹر گولڈی کے سامنے پیش کردی -

ابو اللیث کی اُردو کی دونوں نقلوں کا ترجمہ سرکاری مترجم مسٹر باما چرن چٹرجی نے کیا ہے - مسٹر گولڈی نے نقل اور ترجمہ ملنے کے بعد ملزم کی مذکورۂ تقریروں کے خلاف دفعہ ۱۲۴- الف کے ماتحت گرفتار کرنے کی درخواست گورنمنٹ آف بنگال سے کی - اور ۲۲ - دسمبر سنہ ۱۹۲۱ - کو سینکشن حاصل کیا -

اسنے اس سینکشن کی تصدیق بھی کردی ہے -

ابواللیث اور دوسرے افسروں نے حلفیہ بیان کیا ہے کہ جو نوٹ انہوں نے لیے ہیں، اور جو مشترکہ رپورٹ انہوں نے داخل کی ہے، وہ درست اور سچی ہیں -

باما چرن چٹرجی نے بھی حلفیہ بیان کیا ہے کہ دونوں نقلوں کا جو ترجمہ اسنے کیا ہے، وہ صحیح اور اصلی ہے - لہذا کوئی وجہ نہیں کہ میں انکی سچائی میں شبہہ کروں -'

ملزم نے ایک طویل بیان داخل کیا ہے جو گورنمنٹ کی برائیوں کی داستان سے پر ہے - اسمیں نہایت تشریح کے ساتھہ ان تمام کارروائیوں کو دکھایا ہے جنکی وجہ سے وہ گورنمنٹ کو " ظالم گورنمنٹ " کے نام سے تعبیر کرتا ہے، اور نیز اپنی ان تمام کارروائیوں کا ذکر کیا ہے جو ان غیر قانونی کارروائیوں کے خلاف اُس نے کی ہے - وہ کہتا ہے کہ اُسکی تقریروں کی نقل بالکل ناقص، غلط، اور مسخ شدہ ہے، اور بعض بے جوڑ اور بعض مقامات پر بے معنی جملوں کا مجموعہ ہے - لیکن بہرکیف وہ اُن تمام حصوں کو تسلیم کرتا ہے جنمیں گورنمنٹ کی نسبت خیالات کا اظہار کیا گیا ہے - یا پبلک سے گورنمنٹ کے خلاف جد و جہد کی اپیل کی گئی ہے

میں نے نہایت احتیاط سے یہ تقریریں پڑھی ہیں اور انپر کامل غور و خوض کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ باغیانہ ہیں -

اور یہ کہ ملزم نے ان تقریروں کے ذریعہ گورنمنٹ قائم شدہ از روے قانون کے خلاف نفرت و حقارت پھیلانے کی کوشش کی -

میں ملزم کو حسب دعوی استغاثہ مجرم پاتا ہوں - اور زیر دفعہ ۱۲۴ - الف تعزیرات ہند ایک سال قید با مشقت کی سزا دیتا ہوں -

(دستخط) ٹی - سوینہو

چیف پریسیڈنسی مجسٹریٹ - کلکتہ

۹ - فروری سنہ ۱۹۲۲

۱

(از پیغام ۹ - دسمبر سنه ۱۹۲۱ع)

آخري منزل کے آثار پھر شروع ھوگئے
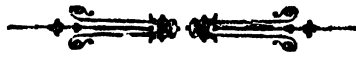
بازھواے چمنم آرزوست

وقت آگیا ھے که اسلام اور ملک کا ھر فرزند بھي

آخري آزمائش کے لیے طیار ھوجاے

وکم من فئة قلیلة [illegible] ه ' والله مع الصابرین !

" کتني ھي چھوٹي [illegible] جماعتیں ھیں ' جو الله کے

حکم سے بڑي [illegible] مگر شرط [illegible]

کیونکه الله صبر کرنے والوں ھي کا ساتھه دیتا ھے ! "

مقدمهٔ کراچي کي گرفتاریوں کے بعد حیراني و درماندگي [illegible] خاموشي چھا گئي تھي ' بالاخر توتي اور گورنمنت نے آخري حملے کے لیے ھتیار اٹھا لیے - وہ اب ایک نئي شان کے ساتھه آگے بڑھي ھے - اس میں طاقت سے زیادہ طیش ھے ' اور طیش کے ساتھه غصه کي گھبراھت بھی مل گئي ھے - وہ گویا ضبط کرتے کرتے اکتا گئي - اب حریف کي طرح مقابله نہیں کرے گي - غیظ و غضب میں بھرے ھوے آدمي کي طرح توٹ پڑیگی - بنگال ' آسام ' یوپي ' دھلي ' اور پنجاب میں والنتیر کورز توڑ ڈالي گئي ھیں - خلافت اور کانگریس کمیٹیوں کے دفتروں پر چھاپے مارے گئے ھیں - عہدہ داروں کو بے دریغ گرفتار کیا جا رھا ھے - اکثر حالتوں میں سفید توپي اور گاڑھے کا لباس گرفتاري کیلیے

کافي جرم هے - بنگال و آسام میں صرف پولیس افسروں کي مرضي کا نام حکومت اور قانون هے - کلکته کي سڑکوں پر بے شمار آدمي گرفتار کرلیے گئے جو گاڑها پہنے هوے تھے ' یا چاند اور تارے کا نشان اُن کي ٹوپي پر تھا - جلسوں کی ممانعت کا آرڈر بھی هر جگهه نافذ کردیا گیا هے - گرفتاریاں بھی آخري حد تک پہنچ گئي هیں - پنجاب میں لاله لاجپت راے جی اور اُن کے ساتهه چار اعلی عهدہ داران کانگریس گرفتار کرلیے گئے - جس کے صاف معنی یه هیں که گورنمنٹ تحریک کے بڑے بڑے لیڈروں کو گرفتار کرلینے کے لیے طیار هوگئی هے - گذشته دو هفته کے اندر وائسراے اور گورنر بنگال کی طرف سے بار بار اعلان بھی هوچکا هے که اب گورنمنٹ کی جانب سے کسی طرح کی کوتاهی نه هوگی -

(بے بسي کا غصه !)

۱۷ - تاریخ کی فتح مند هڑتال اور پرنس آف ویلز کے ورود کے کامیاب بائیکاٹ نے گورنمنٹ کو بے بس کردیا - بے بسي نے اب غیظ و غضب کي صورت اختیار کرلی هے - گورنمنٹ صاف صاف کہه رهی هے که آیندہ هڑتال کو روکا جائیگا - کلکته میں پولیس پورا زور لگا رهي هے که لوگ سهم جائیں اور هڑتال نه هوسکے - سول گارڈ کا قیام خلافت والنٹیرز کا جواب هے ' اور اس ذریعه سے تمام آبادي کو مرعوب کیا جا رها هے -

والنٹیر کورز کو توڑ کر' جلسوں کی ممانعت کرکے اور کارکنوں کو کثرت کے ساتهه گرفتار کرکے گورنمنٹ چاهتی هے که تحریک کا خاتمه کردے - اس نے خیال کیا هے که تحریک کی هستی اور تبلیغ کے صرف تین هی ذریعے هیں : والنٹیرز' جلسے' لیڈر - ان سب پر به یک وقت وار کرکے وہ اپنے کام سے پوري طرح فارغ هو جائیگي -

(تشدد اور برداشت کا مقابله)

هم نے گورنمنٹ کے تشدد کا همیشه استقبال کیا ' هم نے صرف استقبال هی نہیں کیا بلکه آرزوئیں کی - گورنمنٹ نے کرانچی رزولیوشن کو جرم قرار دیا ' تو

هم میں سے هزاروں دلوں نے منتیں کیں کہ انہیں بھی گرفتار کرلیا جاے - لیکن گورنمنٹ برابر قدم اٹھا کے پیچھے هي هٹتی رهی - اب پھر اُس نے قدم بڑھایا ہے - هم اُس کا ' اُسکے تمام ساز و سامان کا ' اُس کے هر طرح کے جبر و تشدد کا ' اُس کے زیادہ سے زیادہ غیظ و غضب کا ' اُس کے اس آخري اعلان جنگ کا پوري آمادگي و قبولیت کے ساتھہ استقبال کرتے هیں ' اور همارا اعلان ہے کہ هم آخر تک میدان کو پیٹھ نہ دکھلائیں گے -

اب جبر و تشدد اور برداشت میں آخري مقابلہ شروع هوگیا ہے - فتح اس کي هوگي جو زیادہ طاقتور هوگا اور زیادہ دیر تک میدان میں ٹک سکے گا - اگر گورنمنٹ کي طاقت ملک کے برداشت سے زیادہ ہے' تو جیت اُس کي ہے - اگر ملک کي برداشت گورنمنٹ کي طاقت سے زیادہ ہے تو ملک کي فتح مندي کو کوئي طاقت روک نہیں سکتي -

(آخري منزل اور همارا فرض)

اگر سچ مچ گورنمنٹ کا یہ آخري وار ہے ' تو هم کو بھي سمجھہ لینا چاهیے کہ " سفر کي آخري منزل " آگئي ' اور اسلیے هم کو بھي آخري آزمائش کے لیے طیار هوجانا چاهیے - هم نے دو سال سے جس قدر اعلان کیے هیں ' اب وقت آگیا ہے کہ اُن میں سے هر اعلان اپني حقیقت کے لیے مطالبہ کرے - هم نے دو سال سے جس قدر دعوے کیے هیں ' وقت آگیا ہے کہ اُن میں سے هر دعوی اپني سچائي کا دنیا کو یقین دلا دے - هم دو سال سے جو کچھہ کہہ رہے هیں' وقت آگیا ہے کہ دنیا کو کرکے دکھلا دیں - هم نے ایمان کا اعلان کیا ہے - هم نے خدا پرستي کا دعوی کیا ہے - هم نے سر فروشي اور جانستاني کا نعرہ لگایا ہے - هم نے قرباني و جانبازي کا هزاروں لاکھوں مرتبہ نام لیا ہے - هم نے حق پرستي کے عهد کیے هیں ' اور اسلام اور ملک سے عشق و محبت کا پیمان وفا باندھا ہے - هم نے نامردي اور بزدلي کي همیشہ حقارت کي - هم نے حق سے منہہ موڑنے اور خدا کو پیٹھہ دکھلانے پر لعنتیں بھیجیں - هم اُن پر هنسے جو تکلیفوں اور مشکلوں سے گھبرا گئے - هم نے اُن کي بدبختي و محرومي سے پناہ مانگي جو وقت پر اپنے دعووں میں پورے

نہ اُترے - ہم نے خدا کا نام لیا ' اور اُسکی شریعت کے حکموں کی اطاعت کی راہ میں قدم اُٹھایا - ہم نے خود ہی اپنے ایمان و نفاق کے لیے معیار بنادیا ' اور ہم نے تمام دنیا کو دعوت دی کہ وہ ہم میں سے مومنوں کو منافقوں میں سے چن لے - ہم نے کہا کہ ایمان کی گھڑی ہے اور اسلام کا فیصلہ ہے - پس مومن وہ ہے جو وقت کا فرض انجام دے ' اور منافق وہ ہے جو وقت پر پیٹھہ دکھلا دے : یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ ' فاما الذین اسودت وجوہھم ' اکفرتم بعد ایمانکم ' فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون - و اما الذین ابیضت وجوہھم ' ففی رحمت اللہ ' ھم فیھا خالدون !

یہ سب کچھہ ہم نے اپنی مرضی اور اپنی طلب سے کیا - خدا اور اس کے فرشتے ہماری زبانوں اور ہمارے دلوں پر گواہ ہیں - پھر اگر آج آزمایش کی گھڑی آگئی ہے اور منزل سامنے ہے جس کے لیے ہم اس قدر دعوے کرچکے ہیں ' تو کیا ہم عین وقت پر اپنے تمام دعوے بھلا دینگے ؟ کیا اپنے تمام اعلان واپس لے لیں گے ؟ کیا ہمارا دعوا دھوکا ثابت ہوگا ' اور ہمارا اعلان محض فریب کا تماشا ہوگا ؟ کیا ہم نے جو کچھہ کہا وہ جھوٹ تھا ؟ اور ہم نے اپنے ایمان اور حق کے لیے جو کچھہ سمجھا وہ دھوکا تھا ؟ کیا ہم خدا اور اس کی سچائی سے منھہ موڑ لینگے ؟ کیا ہم ایمان کی اس سب سے چھوٹی آزمائش میں بھی پورے نہ اُترینگے ؟ کیا مشکلیں ہم کو ہرا دینگی ؟ تکلیفیں ہمیں ڈرا دینگی ؟ اور گرفتاریوں کا ہراس ہمارے ایمان پر غالب آ جائیگا ؟

دنیا ہماری طرف تک رہی ہے - تاریخ کے صفحات ہمارے انتظار میں ہیں - ہزاروں لاکھوں شہیدان ظلم کی نگاہیں ہم پر لگی ہوئی ہیں - سمرنا اور ایشیاے کوچک کی خون آلود سرزمین سے ہمارے لیے صدائیں اُٹھہ رہی ہیں اور ہندستان کی پامال سرزمین کا ایک ایک ذرہ ہماری کھوج میں ہے - کیا ہمارا وجود ان سب کے لیے مایوسی ہوگا ؟ کیا ہماری نامرادی و بدبختی کی سرگزشتیں لکھی جائینگی ؟ کیا تاریخ کو ہم صرف اپنی منحوس ناکامی ہی کی کہانی دے سکتے ہیں ؟ کیا آنے والی نسلوں کی زباں پر ہمارے لیے صرف لغزتیں اور لعنتیں ہی

هوسکتی هیں ؟ کیا هم دنیا کو اس بات کیلیے چهوڑدینگے که همارے ایمان سے محرومی اور همت سے تهی دستی پرگواهی دے ؟

آہ ' یہی گهڑی هے جو اس کا فیصله کرے گی - یہی وقت هے جو همیشه کے لیے همارے فتح و شکست کا فیصله لکهه دےگا - آؤ' اپنی قسمت کی تعمیر کریں - اپنی عزت و اقبال کو ڈوبنے سے بچالیں - اپنی فتح کو شکست کے لیے نه چهوڑدیں - اسلام کے دامن کے لیے دهبه نه بنیں جوکبهی محو نه هو - هندوستان کی آزادی اور نجات کی امید تاراج نه کردیں ' جو صدیوں تک واپس نه مل سکے !

(راه عمل)

همارے کام کا راسته بالکل صاف هے - همارے کامیابی کے لیے کوئی روک نہیں - یقیناً خدا کی رحمتوں نے همارا ساتهه دیا ' اور هم پر ایسی راه عمل کهول دی که جب تک هم خود اپنے کو شکست نه دینا چاهیں ' کوئی همیں شکست نہیں دے سکتا -

هم نے اول دن هی سے قربانی اور استقامت کا اعلان کیا هے - " قربانی " سے مقصود یه هے که مقصد کی راه میں هر طرح کی تکلیف و مصیبت جهیلتے رهنا - " استقامت " سے مقصود یه هے که راه میں جمے رهنا اور کبهی اس سے منه نه موڑنا -

پهر بتلاؤ ' گورنمنٹ یا گورنمنٹ سے بهی کوئی بڑی طاقت اس کے مقابلے میں کیا کرسکتی هے ؟ کیونکر وه همیں روک سکتی هے ؟ اور کس طرح هم پر غالب آسکتی هے ؟ فوج هو تو اسے شکست دی جاے' قلعے هوں تو انہیں ڈها دیا جاے ' دیواریں هوں تو انہیں گرا دیا جاے ' هتیار هوں تو انہیں چهین لیا جاے - لیکن جو قوم قربان هونے اور مٹنے کے لیے طیار هوگئی هو اور صرف قربان هونا اور جان پر کهیل جانا هی اسکی فوج اور هتیار هو ' اس کا مقابله کس چیز سے کیا جائیگا ؟ جسموں کو مارا اور هتیاروں کو چهینا جاسکتا هے ' لیکن دلوں کے عشق اور روحوں کے ایمان کے لیے نه کوئی کاٹ هے ' نه کوئی آگ -

اچھا ، اب ایک ایک چیز کو گنو ، اور سونچو کہ ھمارے مقابلے میں کون کون سي طاقت لائي جاسکتي ھے ؟

گورنمنٹ ڈرانے کے لیے پوري طرح هیبت ناک ھے - لیکن بے خوفي کے مقابلے میں کیا کریگي ؟

گورنمنٹ احکام نافذ کرکے همیں روک دے سکتي ھے - لیکن جن لوگوں نے ٹھان لیا ھو کہ کبھي نہ رکیں گے اور نہ رک کر سب کچھہ جھیل لیں گے ، ان کے مقابلے میں وہ کیا کرےگي ؟

گورنمنٹ گرفتار کرکے قید خانے بھردےگي - لیکن جو لوگ خود ھي قید ھونے کے ایسے طیار ھیں ، ان کے لیے قید خانے کي نمایش کیا کام دے سکتي ھے ؟

سب سے آخري طاقت هلاکي اور خونریزي کي طاقت ھے - بلا شبہ فوجیں جمع ھوسکتي ھیں - ھتیار چمک سکتے ھیں - توپیں گرج سکتي ھیں - لیکن جو لوگ موت کے لیے خود ھي طیار ھوچکے ھوں ، ان کے سامنے موت آکر کیا کرلیگي ؟

(هم کو ھمارے سوا کوئي زیر نہیں کرسکتا)

لیکن ھاں ، جبکہ کرۂ ارضي کي سب سے بڑي مغرور طاقت بھي ھمارا کچھہ نہیں بگاڑ سکتي ، تو ایک طاقت ھے جو ھمیں پل بھر کے اندر پاش پاش کردے سکتي ھے -

وہ کون ھے ؟

وہ خود هم ھیں ، اور ھماري خوفناک غفلت ھے اگر وہ وقت پر نمودار ھوگئي هم پر ھمارے سوا کوئي غالب نہیں آسکتا - هم ایمان اور استقامت سے مسلح ھوکر اتنے طاقتور ھیں کہ دنیا کا سب سے بڑا ارضي گھمنڈ بھي ھمیں شکست نہیں دے سکتا ، لیکن اگر ھمارے اندر اعتقاد اور عمل کي ایک ادنیٰ سي کمزوري اور خامي بھي پیدا ھوگئي ، تو هم خود آپ ھي اپنے قاتل ھونگے ، اور هم سے بڑھکر دنیا میں اچانک مٹ جانے والي کوئي چیز بھي نہیں ملےگي -

ہمکو گورنمنٹ شکست نہیں دے سکتی - پر ہماری غفلت ہمیں پیس ڈالے گی - ہم کو فوجیں پامال نہیں کرسکتیں لیکن ہمارے دل کی کمزوری ہمیں روند ڈالے گی - ہمارے دشمن اجسام نہیں ہیں - عقائد اور اعمال ہیں - اگر ہمارے اندر ڈر پیدا ہوگیا ' شک و شبہ نے جگہ پالی ' ایمان کی مضبوطی اور حق کا یقین ڈگمگا گیا ' ہم قربانی سے جی چرانے لگے ' ہم نے اپنی روح فریب نفس کے حوالہ کردی ' ہمارے صبر اور برداشت میں فتور آگیا ' ہم انتظار سے تھک گئے ' طلبگاری سے اُکتا گئے ' ہم میں نظم نہ رہا ' ہم اپنی تحریک کے تمام دلوں اور قدموں کو ایک راہ پر نہ چلاسکے ' ہم سخت سے سخت مشکلوں اور مصیبتوں میں بھی امن اور انتظام قائم نہ رکھہ سکے ' ہمارے باہمی ایکے اور یگانگت کے رشتہ میں کوئی ایک گرہ بھی پڑگئی ' غرضکہ اگر دل کے یقین اور قدم کے عمل میں ہم پکے اور پورے نہ نکلے ' تو پھر ہماری شکست ' ہماری نامرادی ' ہماری پامالی ' ہمارے پس جانے ' ہمارے نابود ہوجانے کے لیے نہ تو گورنمنٹ کی طاقت کی ضرورت ہے ' نہ اس کے جبر و تشدد کی - ہم خود ہی اپنا گلا کاٹ لینگے ' اور پھر صرف ہماری نامرادی کی کہانی دنیا کی عبرت کے لیے باقی رہ جاے گی !

ہماری طاقت بیرونی سامانوں کی نہیں ہے کہ اُنہیں کھوکر دوبارہ پالیں گے - ہماری ہستی صرف دل اور روح کی سچائیوں اور پاکیوں پر قائم ہے ' اور وہ ہمیں دنیا کے بازاروں میں نہیں مل سکتیں - اگر خزانہ ختم ہو جاے تو بٹور لیا جاسکتا ہے - اگر فوجیں کٹ جائیں تو دوبارہ بنالی جاسکتی ہیں - اگر ہتیار چھن جائیں تو کارخانوں میں ڈھال لیے جاسکتے ہیں - لیکن اگر ہمارے دل کا ایمان جاتا رہا تو وہ کہاں ملے گا ؟ اگر قربانی و حق پرستی کا پاک جذبہ مٹ گیا تو وہ کس سے مانگا جائیگا ؟ اگر ہم نے خدا کا عشق اور ملک و ملت کی شیفتگی کھودی تو وہ کس کارخانے میں ڈھالی جائیگی ؟

(گورنمنٹ کی مخالفت یا اعانت ؟)

گورنمنٹ نے آخری حملہ کے لیے ہتیار اُٹھا لیے - لیکن پھر کیا ہوا ؟ کیا ہماری شکست ' ہماری پامالی ' ہماری ناکامیابی کے لیے کوئی بات بھی

دکھلا سکي ؟ یہ الفاظ بھي ٹھیک نہیں - یوں پوچھنا چاھیے کہ کیا وہ کوئي ایک بات بھي ھماري مخالفت میں کرسکي ؟ وہ تو اور زیادہ ھمارا ساتھہ دے رھي ھے - عین ھماري آرزوئں اور خواھشوں کے مطابق ھمیں کامیابي کي طرف کھینچ رھي ھے -

وہ زیادہ مخالف ھوئي تو اُس نے زیادہ گرفتاریاں شروع کردیں ' لیکن گرفتاریوں ھی کے لیے تو ھم نے اپنا پرو گرام بنایا تھا ؟ وہ زیادہ سختي پر آئي تو اُس نے بڑے بڑے لیڈروں پر بھي ھاتھہ بڑھایا ' لیکن تحریک کي طاقت اور ترقي کے لیے بھي تو ھم اسی بات کے طلبگار تھے ؟ حتی کہ گرفتاریوں کے لیے گورنمنٹ کو بلاوے دیتے دیتے تھک گئے تھے ؟ وہ زیادہ مقابلے میں سرگرم ھوئي تو والنٹیر کورز توڑ ڈالي گئیں ' لیکن یہ تو عین ھماري دستگیري ھے اور سچ مچ کو ھمیں کام پر لگادینا ھے - کیونکہ سول ڈس اوبیڈینس کے لیے ھمیں کسي ایسي ھي بات کي تلاش تھي - ھم کب سے اس موقعہ کے انتظار میں راہ تک رھے تھے ؟ پھر یہ کیسي مخالفت ھے جو عین موافقت کا کام دے رھي ھے ؟ اور کیسا مقابلہ ھے جس کا ھر وار ھمیں ایک نیا ھتیار بخش دیتا ھے ؟ فی الحقیقت یہی ایمان و صبر کی راہ کا معجزہ ھے ' اور یہی وہ راز ھے کہ ایمان اور قربانی کے مقابلے میں طاقت کا سارا ساز و سامان بیکار ھو جاتا ھے - دنیا میں شکست دینے اور مٹانے کے جتنے بھی ھتیار ھیں ' اُن میں سے کوئی ھتیار بھی اس پر غالب نہیں آ سکتا -

(گورنمنٹ کي رھنمائي)

میں سچ سچ کہتا ھوں کہ اس وقت ھماري تحریک کي طاقت اور فتح کے لیے ھمارا بڑا سے بڑا طاقتور دوست اور رھنما بھي ھم پر وہ احسان نہیں کرسکتا تھا جو گورنمنٹ نے خلافت اور کانگرس والنٹیر کورز کو توڑ کر ھم پر کردیا ھے - اُسنے عین وقت پر ھماري مدد کي - وہ ھماري مدد کیوں کرتي ؟ لیکن اُسي کارساز قدرت نے اُس کے ھاتھوں کرائي جو ھمیشہ اپني نیرنگیوں کے اچھنبے دنیا کو دکھلاتا رھتا ھے - ٹھیک ٹھیک یہ اُسي وقت ھوا جبکہ ھم میں سے ھر دل بڑي بیقراري کے

ساتھہ اس کي ضرورت محسوس کررھا تھا - یہ گویا آسمان کي فیاض اور وقت شناس بارش ھے جو نہ توپہلے آئي اور نہ دیرکرکے آئي - ٹھیک اُسي وقت آئي جبکہ تمام کھیت اس کي راہ تک رھے تھے : و من آیاتہ ان یریکم البرق خوفا و طمعا !

اس وقت تحریک کي کامیابي کے لیے سب سے زیادہ ضروري اور ناگزیر عمل " سول ڈس اوبیڈینس " کا تھا - یعنی اس بات کا تھا کہ سول قوانین کی تعمیل سے انکار کردیا جاے اور قید خانے بھرکر گورنمنٹ کے تشدد کو تھکادیا جاے - اس کي کامیابي کے لیے کامل نظم و امن اور صبر و استقامت کي ضرورت تھي اور نہیں کہا جاسکتا تھا کہ وقت پر اس کي شرطیں پوري ھوسکیں گي یا نہیں ؟

سول ڈس اوبیڈنیس کي دو صورتیں ھیں :

ایک یہ کہ کوئي خاص معین قانون ھو جو ھماري تحریک کے جائز اور با امن کاموں کو جبراً روکتا ھو ' اور صرف اسي کي عدم تعمیل سے کام شروع کیا جاے - یہ صورت محض دفاعي ھے - اور اسلیے سب سے زیادہ محفوظ اور کامیاب ھے - کیونکہ اس میں میدان عمل محدود رھتا ھے ' اور صرف وھي لوگ اس میں آسکتے ھیں جو اچھي طرح اس کے لیے طیار ھوں -

دوسري صورت یہ ھے کہ کوئي ایسا خاص قانون تو سامنے نہ ھو' مگر عام طور پر تمام سول قوانین کي تعمیل سے انکار کردیا جاے - اس میں زیادہ اولو العزمي اور دلیري ھے کیونکہ یہ دفاعي عمل نہیں ھے - جارحانہ ھے - لیکن ساتھہ ھي بہت نازک اور کٹھن بھي ھے - اس کو صرف دو چار آدمی کرکے نتیجہ نہیں پیدا کرسکتے جب تک بڑي جماعت اور پوري آبادی نہ کرے ' اور ظاھر ھے کہ پوری آبادی کا اس کي مشکلات پر غالب آنا اور تمام شرطوں میں پورا اُترنا آسان نہیں ھے -

آل انڈیا کانگریس کمیٹي نے جب کوئي پہلي صورت سامنے نہ دیکھي تو دوسري صورت اختیار کي - لیکن اس کے لیے ضروري شرطیں بھي ٹھہرا دیں - یہ شرطیں ایسي ھیں جو اسوقت صرف چند خاص مقامات ھي میں پوري ھوسکتي ھیں - اس لیے لوگوں کو مایوسي ھوئي اور تمام کارکن حلقے کام میں شریک نہ ھوسکے -

گورنمنٹ نے کرانچي کا مقدمہ کرکے فوج اور پولیس کا مسئلہ ہمارے لیے پیدا کردیا تھا - ہم طیار ہوگئے کہ اسي سے سول ڈس اوبیڈینس کے مقاصد حاصل کریں - ہم نے پوري طرح کوشش کي اور کوئي دقیقہ اس مسئلہ کے اعلان اور اعتراف میں اٹھا نہ رکھا ' لیکن گورنمنٹ بہت جلد چونک اٹھي اور سمجھہ گئي کہ وہ ہم پر وار نہیں کر رهي ہے' بلکہ ہمارے وار کے لیے خود اپنے کو پیش کر رهي ہے - اس نے فوراً پیترا بدلا ' اور ایک شخص کو بھي کرانچي رزو لیوشن کے تکرار و تصدیق کي بنا پر گرفتار نہیں کیا -

لیکن اب والنٹیر کورز کو خلاف قانون ٹھرا کر اُس نے نعم البدل دیدیا ہے - ہر اعتبار اور حیثیت سے یہ سول ڈس اوبیڈینس کے لیے بہترین راہ کھلي - ہم گورنمنٹ سے اگر کوئي چیز مانگتے ' تو یہی مانگتے جو اُس نے خود بخود دے دي - اس راہ کي ساري دقتیں دور ہوگئیں اور ساري خوبیاں مل گئیں - اب کامیاب اور بے خطر سول ڈس اوڈینس یہي ہے کہ والنٹیرز کي جماعتیں از سرنو بھرتي کي جائیں اور گورنمنٹ کو چھوڑ دیا جائے کہ جہاں تک گرفتار کرسکتي ہے' گرفتار کرتي جائے -

(سب سے بڑا کام)

اب خلافت اور کانگریس کمیٹیوں کے لیے صرف یہي ایک کام بڑا سے بڑا کام ہے - ہر اُس شخص کے لیے جو اسلام اور ملک کي محبت کا دعویدار ہے' راہ عمل کھل گئی ہے کہ فوراً اٹھے اور سارے کام چھوڑ کر قومي والنٹیرز میں اپنا نام لکھوادے - اب وقت کي سب سے بڑي خدمت یہي ہوگئي - کل تک ہمارے لیے بہت سے کام تھے '، اور ہر کام خلافت اور سواراج کي خدمت تھا - ہم تقریریں کرتے تھے' جلسے کرتے تھے ' دوروں میں نکلتے تھے ' خلافت اور کانگریس کمیٹیوں کے عہدوں پر مامور ہوتے تھے ' لیکن آج وہ تمام کام غیر ضروري ہوگئے - صرف یہي ایک کام خلافت ور سواراج کا اصلي کام ہے - اب سب سے بڑا خادم اسلام و ملک وهي ہے جو والنٹیر بن جائے - اور پورے صبر اور استقامت کے ساتھہ اپنی ڈیوٹی پر کام کرکے جیل خانے چلا جائے -

(تین شــــرطیں !)

البتہ تمام کارکنوں کو اچھی طرح سمجھہ لینا چاھیے کہ کامیابی کے لیے تین شرطیں اٹل ھیں - جب تک وہ ان شرطوں کی طرف سے مطمئن نہ ہو جائیں ہرگز ہرگز اس راہ میں قدم نہ اُٹھائیں - کام کا کم ھونا برا نہیں ھے ؛ مگر کام کا بگاڑ دینا نا قابل معافی ھے - اگر اس نازک گھڑی میں ھم نے ذرا بھی غفلت کی ' تو ھم سے بڑھکر ھمارے لیے کوئی مجرم نہ ھوگا -

پہلی شرط " نظم " ھے - جو خلافت یا کانگریس کمیٹی یہ کام شروع کرے ' چاھیے کہ سب سے پہلے اپنی انتظامی قوت کو اچھی طرح دیکھہ بھال لے - انتظام کے لیے تین باتوں کی طرف سے اطمینان ھونا چاھیے :

(۱) تمام مقامی کارکن کسی ایک شخص کے حکموں پر چلتے ھوں ' اور پوری طرح اُس کی اطاعت کرتے ھوں - اگر خلافت اور کانگریس کمیٹی کے صدر کو ایسی طاقت حاصل ھے تو یہ منصب اسی کا ھے - اگر ایسا نہیں ھے تو جو شخص ایسا اثر رکھتا ھو ' عارضی طور پر والنٹیر کور کا نظام اس کے ماتحت کردینا چاھیے ' اور تمام کارکنوں کو پوری اطاعت کے ساتھہ اس کا ساتھہ دینا چاھیے -

(۲) مقامی آبادی پر کمیٹی کا پورا پورا اثر ھونا چاھیے - اس کو یقین ھونا چاھیے کہ وہ وقت پر سب کو اپنے قابو میں رکھہ سکے گی -

(۳) انتظام کے قائم رکھنے کے لیے کافی اور ھشیار کارکن ھونے چاھئیں ' تاکہ ھر وقت کام دے سکیں - اُن کو والنٹیرز میں شامل نہ ھونا چاھیے -

دوسری شرط " امن " ھے ' اور یقین کرنا چاھیے کہ اگر ھم امن قائم نہ رکھہ سکے تو ایک لمحہ کے لیے بھی یہ کام کامیاب نہیں ھوسکتا - ھم امن کو گورنمنٹ کیلیے نہیں چاھتے - خود اپنی کامیابی کے لیے چاھتے ھیں - گورنمنٹ تاک میں ھے کہ کوئی بات بھی بلوے اور بدنظمی کی ھو جاے ' اور پھر اُس کو قابو پانے کا موقعہ مل جاے - بمبئی کے واقعہ نے بتلادیا ھے کہ انتظام کی غفلت اور غیر ذمہ دار لوگوں کی شرارتوں نے کیسی خوفناک صورت اختیار کرلی ؟ پس چاھیے کہ ھم

الهلال

جلد دوم (پانچ پرچے کم هیں) قیمت پانچ روپیه

جلد سوم مکمل - قیمت چھه روپیه

هر دو جلدوں کے صرف چند نسخے باقي رهگئے هیں

البلاغ

کی پہلي جلد (جسمیں شروع کے پانچ پرچے نہیں هیں)

قیمت - چار روپیه

تذکره

(جلد اول)

مصنفه

مولانا ابو الکلام

تاریخ ' تفسیر قرآن ' فقه و حدیث ' ادب و معاضرات کے

مباحث کا ایک نادر مجموعه

قیمت تین روپیه

جامع الشواهد

غیر مسلموں کا مسجد میں داخله ' احکام شرعیه کي تفصیل ' هندوؤں

کي نسبت اسلامي احکام کي تحقیق - " آیة انما لمشرکون نجس فلا

یقربوا المسجد الحرام " کي محققانه تفسیر -

قیمت ایک روپیه

منیجر البلاغ پریس نمبر ۴۵ - رپن لین کلکته

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبهم لذکر الله وما نزل

من الحق ؟ ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل،

فطال علیهم الامد، فقست قلوبهم وکثیر منهم فاسقون (۵۷: ۱۶)

کیا مسلمانون کے لئے اب بھی وہ وقت نہین آیا کہ اُن کے دل

اللہ اور اُس کے حکمون کے آگے جُھک جائین اور غفلت و نافرمانی سے

باز آئین ؟ اور اُن لوگون کی طرح نہ ہو جائین جن کو مسلمانون ہی

کی طرح کتاب الٰہی دیگئی تھی (یعنے یہود) لیکن جب ایک بڑی مدت

گزر گئی تو غفلت مین پڑے رہتے اُن کے دل سخت ہو گئے۔ احساس

جاتا رہا۔ غیرت و حمیت مٹ گئی۔ سچے دلون کی وہ نرمی اور شیفتگی

نہ رہی جو صدائے حق سُنتے ہی چونک اُٹھتی ہے۔ فہل من مدکر؟

Printed at the "Al-balagh Press" Calcutta and Published
by the Central Khilafat Committee Bombay